مودودی مذہب

مؤلفہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ

امیر تحریک خدام اہلسنت والجماعت پاکستان

ناشر

سُنّی دارالاشاعت جامع مسجد نواب دین کرم آباد، وحدت روڈ لاہور

۲۔ ملنے کا پتہ

دفتر تحریک خدام اہل سنّت چکوال ضلع جہلم

بار ششم دو ہزار قیمت ۶/۔ روپے

عرض حال (طبع سوم)

مودودی مذہب طبع سوم ملت اسلامیہ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اس میں ایک ضمیمہ کا اضافہ بھی ہے جس میں مودودی صاحب کے بعض اور نظریات بھی پیش کئے گئے ہیں مثلاً دلیل نبوت صرف قرآنی ہے اور معجزہ شق القمر کا انکار وغیرہ اور چونکہ موجودہ ملکی انتخابات پاکستانی تاریخ میں ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں اور سیاسی پارٹیوں نے اپنے اپنے منشور شائع کر دیئے ہیں۔ اس لئے موجودی جماعت کے منشور پر بھی حسب ضرورت تبصرہ کر دیا گیا ہے تاکہ ناواقف لوگ مودودی تحریک کی حقیقت سمجھ سکیں۔ جو سالہا سال سے حکومت الٰہیہ اور اسلامی نظام حکومت کے نعرے لگا رہی ہے۔ اس ضمیمہ میں ایک نئے خطرناک فتنے کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے جو عوام کی غربت و تنگدستی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے "اسلامی سوشلزم" کے نعرہ کی بنا پر اسلامی اصول و عقائد کو متزلزل کر رہا ہے۔ ہمیں کسی کی ذات اور پارٹی سے کوئی عناد نہیں ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان ہر اس فتنے سے محفوظ رہیں۔ جو رحمت للعالمین۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی عظیم کسوٹی مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ سے ہٹا کر جہنم میں لے جانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

خادم اہل السنّت الاحقر مظہر حسین غفرلہٗ

مدنی جامع مسجد چکوال

فہرست مضامین

فہرست ضمیمہ مودودی مذہب

پیش لفظ

"مودودی مذہب" طبع دوم اہل اسلام کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے اس میں بعض عبارات میں معمولی ترمیم و اضافہ بھی ہے اور بعض عنوانات بھی بڑھا دیئے گئے ہیں۔ بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے باب میں مودودی صاحب کی جدید معرکۃ الآراء کتاب "خلافت و ملوکیت" کے اقتباسات بھی درج کر دیئے ہیں جس میں انہوں نے مسلک اہل السنت والجماعت کے خلاف صراحتاً اہل تشیع کا کردار ادا کیا ہے اور قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کو نظر انداز کر کے محض تاریخی ناقابل اعتماد روایات کی بنا پر بعض جلیل القدر صحابہؓ کی ممتاز شخصیتوں کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے اور انکے متعلق وہ الفاظ لکھے ہیں جو اگر کوئی دوسرا شخص مودودی صاحب کے متعلق استعمال کرے تو ان کے معتقدین مشتعل ہو جائیں لیکن تعجب ہے کہ خلاف صحابہ بعض صاف اور واضح عبارات کے باوجود مودودی صاحب کے محبین اور متبعین پوری قوت سے ملک میں یہی پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ "خلافت و ملوکیت" تو ایک بے مثال محققانہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کسی پہلو سے بھی توہین نہیں پائی جاتی اور علماء محض ضد و عناد کی وجہ سے مودودی صاحب کی مخالفت کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہم ہر با ضمیر اور انصاف پسند مسلمان کو دعوت دیتے ہیں کہ "مودودی مذہب" میں منقول عبارات کو بغور

پڑھنے کے بعد خود فیصلہ دیں کہ "خلافت و ملوکیت" میں جو باتیں بعض صحابہ کرام بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مودودی صاحب نے لکھی ہیں کیا وہ اپنے لیے یا اپنے کسی سیاسی اور مذہبی رہنما کے لیے پسند کر سکتے ہیں؟ ہم بلا خوف لومۃ لائم یہ عرض کرتے ہیں کہ جو باشعور مسلمان بھی مذہبی اور سیاسی عصبیت سے بالاتر ہو کر ہماری اس تالیف (مودودی مذہب) کا مطالعہ کرے گا اور انبیائے عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق مودودی صاحب کی عبارتوں سے واقف ہو گا وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اعتقادی اور مذہبی اعتبار سے "مودودی جماعت" ایک خطرناک فتنہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کا انسداد کرنا ہر طالبِ حق کے لیے ضروری ہے۔

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

الاحقر
مظہر حسین غفرلہ
مدنی جامع مسجد چکوال

۴ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ
۴ فروری ۱۹۶۷ء

عرضِ حال

(طبع اوّل)

۶ جنوری ۱۹۶۴ء کو اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ "جماعتِ اسلامی کو حکومت نے خلافِ قانون قرار دے دیا اور مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے کچھ افراد گرفتار کر لیے گئے ہیں"۔ لیکن پیشِ نظر کتاب "مودودی مذہب" اس اعلان سے کئی دن پہلے ہی کاتب کے حوالے کی جا چکی تھی اور گو مودودی پارٹی کا وجود بحیثیت جماعت باقی نہیں رہا مگر ان کے غلط نظریات تو دماغوں میں موجود ہیں اور ہمارا مقصد چونکہ ان کے خلافِ اسلام نظریات سے قوم کو آگاہ کرنا ہے اس لیے ذہنی اعتبار سے اس کتاب کی ضرورت اور افادیت بہرحال باقی ہے۔ حق پسند مسلمانوں سے گذارش ہے کہ وہ بہ نظرِ تحقیق و انصاف اس کتاب کا مطالعہ کریں انشاء اللہ مودودی عقائد کی خرابیوں کا انکشاف ہو جائیگا۔ عصمتِ انبیاء اور مقامِ صحابہ کا تحفظ ہر سیاسی اور جماعتی مفاد پر مقدم ہے۔

وما علینا الا البلاغ

ضروری اعلان ناواقف لوگوں کے سامنے مودودی صاحبان عموماً یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مودودی صاحب کی کتابوں کی عبارتیں علماء صحیح طور پر پیش نہیں کرتے۔ لہٰذا اس پروپیگنڈے کے انسداد کے لیے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس کتاب کا کوئی

حوالہ غلط ثابت کر دے تو اس کو ۵۰ روپے فی حوالہ انعام دیا جائے گا ۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے

(نوٹ) ہم نے اس کتاب میں صفحات کے نمبر مودودی تصانیف کے سابق ایڈیشنوں سے دیئے ہیں جو ہمارے پاس ہیں۔ لیکن ان کے جو ایڈیشن نئے شائع ہو رہے ہیں ان کے صفحات کے نمبروں میں تبدیلی ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے مودودی صاحبان ناواقف لوگوں کو یہ مغالطہ دے سکتے ہیں کہ اس صفحہ پر تو فلاں عبارت درج نہیں ہے حالانکہ اس کو حوالہ کی غلطی نہیں کہہ سکتے کیونکہ عبارات ثابت ہیں۔ نیز کتابت کی غلطی بھی انعام سے مستثنیٰ ہو گی ۔

الاحقر

مظہر حسین غفرلہٗ مدنی جامع مسجد چکوال

ایک ضروری تصحیح

پیشِ نظر کتاب "مودودی مذہب" کے صفحہ ۴۷ نمبر ۵، صفحہ ۴۸ نمبر ۶، صفحہ ۵۰ نمبر ۷ اور صفحہ ۵۳ نمبر ۱۰ میں خلفائے راشدین وغیرہ جلیل القدر صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اجمعین پر تنقید کے سلسلہ میں جو عبارتیں درج کی گئی ہیں، وہ ماہنامہ ترجمان القرآن جلد ۱۲ عدد ۴ ۱۳۵۷ھ میں گو موجود ہیں لیکن جماعتِ اسلامی کے امیر مودودی صاحب کی طرف جو ان عبارتوں کی نسبت کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عبارتیں مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی کے ایک مضمون کی ہیں نہ کہ مودودی صاحب کی۔ میرے پاس اصل رسالہ ترجمان القرآن موجود نہ تھا اور اس حوالہ میں میں نے ایک دوسری کتاب پر اعتماد کیا تھا۔ اس لیے اس انتساب میں غلطی ہو گئی۔ اس غلطی کی طرف مولانا حافظ خالد محمود صاحب مولوی فاضل مقیم لاہور نے اپنے مکتوب میں مجھ کو توجہ دلائی۔ اس لیے میں نے ان عبارتوں کی بنا پر مودودی صاحب پر اعتراض کرنے سے رجوع کر لیا ہے۔ جس کا اعلان بھی ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور اور دوسرے اخبارات میں ہو چکا ہے۔ لہذا یہ عبارتیں اس مبحث سے خارج سمجھی جائیں۔

۲۔ یہ عبارتیں مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی نے اس زمانہ میں لکھیں

جبکہ ان کو مودودی صاحب کے اہل قلم ارکان میں ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ اور ترجمان القرآن میں شائع ہوئیں۔ جو خود مودودی صاحب کی ادارت و نگرانی میں شائع ہوتا رہا ہے۔ اس وجہ سے بالواسطہ مودودی صاحب پر بھی یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کیونکہ مودودی صاحب نے بلا تنقید ان عبارتوں کو اپنے پرچہ میں شائع کر دیا۔ اور اگر مودودی صاحب کو اصلاحی صاحب کی ان عبارتوں کے مضمون سے اتفاق ہے تو پھر ہمارا اعتراض مودودی صاحب کا بلا قائم رہے گا۔ واللہ اعلم

الاحقر

منظور حسین غفرلہ مؤلف کتاب ہذا

مدنی جامع مسجد چکوال

۱۹ محرم ۱۳۸۴ھ

مسٹر محمد یوسف کا مقدمہ خارج ہو گیا

"مودودی مذہب" صفحہ (۵۹، ۶۰، ۶۲، ۶۶) کی جو چار عبارتیں بندہ نے بجائے مضمون نگار مولوی صدر الدین صاحب اصلاحی (ہندوستان) کے مودودی صاحب کی طرف منسوب کی تھیں ان کی جلدی اصلاح کر کے "ایک ضروری تصحیح" کے عنوان سے ایک ورق کتاب میں لگا دیا گیا تھا لیکن باوجود اس کے مودودی جماعت کے ایک سرگرم کارکن مسٹر محمد یوسف صاحب بی اے مقیم راولپنڈی نے مذکورہ عبارات کی بنا پر بذریعہ نوٹس مجھ سے مبلغ دو سو روپے انعام کا مطالبہ کیا۔ جس کے جواب میں بندہ نے ان کو اپنے تصحیح نامہ کی اطلاع دیتے ہوئے حقیقت حال واضح کر دی لیکن پھر بھی انہوں نے مصالحتی عدالت یونین کمیٹی "ای" راولپنڈی میں مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۶۴ء کو میرے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ چونکہ اس کمیٹی کے چیئرمین شیخ صغیر احمد تھے جو پکے مودودی ہیں۔ اس لیے ہم نے ڈپٹی کمشنر صاحب راولپنڈی کو انتقال مقدمہ کی درخواست دی جو منظور ہو گئی اور اسی کمیٹی میں مقدمہ کی سماعت چوہدری گلزار حسین صاحب چیئرمین کے سپرد ہوئی۔ اس مقدمہ میں چونکہ ہم نے مولانا حافظ خالد محمود صاحب کے خطوط اور وطنی پرنٹنگ پریس گجرات کا ریکارڈ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ یکم جون ۱۹۶۴ء کو کتاب کے

ساتھ "تصحیح نامہ" لگا دیا تھا۔ جو ترجمان اسلام لاہور میں بھی شائع ہوا۔ اور مدعی محمد یوسف کا نوٹس اس کے بعد ۵ رجون ۱۹۶۴ء کو ملا۔ اس بنا پر چوہدری گلزار حسین صاحب چیئرمین نے یہ مقدمہ خارج کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کے آخر میں لکھا ہے کہ (۶) مدعا علیہ قاضی مظہر حسین نے ان اعتراضات کے جواب میں کہا ہے کہ "کتاب میں چھپاں "ضروری تصحیح" کے الفاظ میں کاتب نے بجائے "ہو رہا ہے" کے "ہو چکا ہے" لکھ دیا اور اخبار ترجمان اسلام لاہور میں بھی کاتب کی غلطی سے بجائے ۱۹ محرم کے ۱۶ محرم الحرام درج ہوا ہے اور کتابت کی غلطی کا الزام مصنف پر عائد نہیں ہوتا"۔

(۷) مدعا علیہ کے اس استدلال کو مصالحتی عدالت تسلیم کرتی ہے دوسرے یہ کہ مدعا علیہ غلطی کو تسلیم کر کے اس سے رجوع کر چکا ہے۔ اس لیے مصالحتی عدالت مقدمہ ہذا کو خارج کرتی ہے۔ فریقین مقدمہ ہذا میں اپنے اپنے خرچہ کے خود ذمہ دار ہیں ۞

بے اصول ذہنیت

مقدمہ خارج ہونے میں میری بیّن کامیابی تھی اور مدعی محمد یوسف کی واضح ناکامی۔ لیکن مودودی صاحبان نے ملک میں اپنی ہی کامیابی کا پروپیگنڈا کیا۔ حتیٰ کہ "ایشیا" اور "آئین" وغیرہ اخبارات میں بھی اس فیصلہ کو میرے خلاف ہی استعمال کیا گیا۔ اس سے ان لوگوں کی بے اصول ذہنیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ہاں فیصلہ میں ایک بات ان کی خوشی

کی تھی اور وہ یہ ہے کہ چیئرمین صاحب نے کتاب کے نام "مودودی مذہب" اور اس میں "مودودی صاحبان" کے الفاظ پر تنقید کی تھی۔ لیکن اس کا اصلی مقدمہ سے تو کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ ہی کتاب پر تبصرہ کرنا ان کے ذمہ تھا۔ غالباً چوہدری گلزار حسین صاحب موصوف مودودی صاحب کی اس زبان سے واقف نہیں جو انہوں نے انبیائے عظام علیہم السلام اور صحابہ کرام رض کے خلاف استعمال کی ہے۔ ورنہ وہ بندہ کے مذکورہ الفاظ پر تنقید نہ کرتے ۞

الاحقر

مظہر حسین غفرلہٗ مؤلف "مودودی مذہب"



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ
سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ المکرمین اجمعین

برادرانِ اسلام! آجکل پاکستان میں مذہبی و اعتقادی حیثیت سے "جماعتِ اسلامی" عموماً زیرِ بحث بنی ہوئی ہے۔ علمائے اسلام کی اکثریت جماعت اسلامی کے خلاف ہے اور اس کی وجہ امیر جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی کے خود ساختہ غلط عقائد و نظریات ہیں۔ جن کی دین حق میں گنجائش نہیں ہے۔ گو مودودی صاحب کے معتقدین عموماً ناواقف لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ صرف چند مولوی مخالف ہیں لیکن یہ محض ان کا پروپیگنڈا ہے جو حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔ اس بات کے ثبوت کے لیے کہ اکثر علماء مودودی صاحب کے خلاف ہیں خود مودودی صاحب کی تحریر سے ہی ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک سائل کے جواب میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم ان غلط بیانیوں اور تحریفات کا پردہ کیوں نہیں چاک کرتے جو دعوت الی الخیر کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہیں میں عرض کروں گا کہ اگر کوئی ایک فتویٰ یا اشتہار ہوتا تو شاید میں باول ناخواستہ اس کی غلطیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش بھی کر گذرتا۔ اگرچہ ایسی چیزوں کی طرف توجہ کرنا میرے لیے سخت

کراہت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن یہاں تو پاکستان سے ہندوستان
تک ہر طرف فتووں، پمفلٹوں، اشتہاروں اور مضامین کی ایک
فصل اُگ رہی ہے۔ جن میں کیمونسٹ، سوشلسٹ۔ اہلحدیث
بریلوی اور دیوبندی سب ہی اپنے اپنے شگوفے چھوڑ رہے ہیں
اور آئے دن نئے نئے شگوفے چھوڑتے رہتے ہیں۔ اس فصل
کو آخر کون کاٹ سکتا ہے۔" رسائل و مسائل حصہ دوم ص۳۹ طبع دوم
(ترجمان القرآن مارچ تا مئی ۵۱ ص۴۶)

مندرجہ بالا عبارت سے جہاں یہ ثابت ہوا کہ
مختلف طبقوں اور جماعتوں کی طرف سے مودودی صاحب کی بہت مخالفت
کی گئی ہے وہاں مودودی صاحب نے اپنا یہ تصور بھی ظاہر کیا ہے کہ ایسی
چیزوں کی طرف توجہ کرنا بھی ان کے لیے سخت ناپسندیدہ بات ہے لیکن باوجود
اس کے انہوں نے کسی کو معاف نہیں کیا۔ بلکہ ہر طبقے کی تذلیل و تحقیر کرتے
رہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"سیاسی لیڈر ہوں یا علمائے دین و مفتیان شرع مُبین دونوں قسم
کے رہنما اپنے نظریہ اور اپنی پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ
ہیں دونوں راہِ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔"
(سیاسی کشمکش ج ۳ ص۷۷ سطر ۱۹ بار ششم)

(ب) اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے
لیکر مغرب تک مسلمانوں میں عام دیکھ رہے ہیں۔ خواہ وہ اَن پڑھ

عوام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں اور
یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات۔ ان سب کے خیالات اور
طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں۔ مگر اسلام
کی حقیقت اور اس کی رُوح سے ناواقف ہونے میں سب یکساں
ہیں۔" (تفہیمات ج ۱ ص۳۶)

فرمائیے! مودودی صاحب نے سیاسی لیڈروں، علماء و مشائخ اور کالجوں اور
یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات میں سے سب کو (سوائے قلیل لوگوں کے)
اسلام کی حقیقت و رُوح سے ناواقف اور تاریکیوں میں بھٹکنے والا تو فرما دیا۔
لیکن اس کے باوجود بھی آپ ان چیزوں کی طرف توجہ دینے کو سخت بُرا
سمجھتے ہیں ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

اور اگر مودودی صاحب صرف اپنے زمانہ کے علماء و مشائخ وغیرہ پر برستے
تو نادر بات تھی۔ لیکن آپ نے اپنی تنقید سے نہ مجددین و مجتہدین اُمت کو معاف کیا
اور نہ صحابہ کرام اور انبیائے عظام کو۔ خصوصاً انبیائے کرام کو تنقید کا نشانہ
بنانا تو مودودی صاحب کا وہ کارنامہ ہے کہ شاید اُمت محمدیہ میں کوئی ناقد
ہی اس میں ان کا ہم پلّہ ثابت ہو سکے۔ مودودی صاحب کے اکثر عقائد
و نظریات چونکہ جمہور اہل السنت و الجماعت کے خلاف ہیں اور علمائے حق سے
ان کا اختلاف نہ صرف فروعی بلکہ اصولی بھی ہے۔ اس لیے ضروری سمجھا۔ کہ
مودودی صاحب کے عقائد ان ہی کی تصانیف سے صحیح حوالجات کے ساتھ

عامۃ المسلمین کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔ تاکہ ناواقف مسلمان جو جماعت اسلامی کے نام سے دھوکہ کھا جاتے ہیں ان کو حقیقت حال کا علم ہو جائے۔ خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ سے گذارش کروں گا کہ آپ حضرات محض تحقیق حق کے لیے مودودی صاحب کی عبارات کو تنقیدی نگاہ سے دیکھیں۔ انشاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

(نوٹ) حسب ضرورت مودودی صاحب کی تحریرات پر حرف (ف) کے تحت مختصر تبصرہ بھی کیا جائے گا تاکہ شبہات کا ازالہ آسان ہو جائے۔

انبیائے کرام کی تنقیص مودودی صاحب کے قلم سے

(۱) انبیاء اپنی کوشش سے خدا کو پہچانتے ہیں

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وحی کے ذریعہ سے حقیقت کا براہ راست علم پانے سے پہلے انبیاء علیہم السلام مشاہدے اور غور و فکر کی فطری قابلیتوں کو صحیح طریقے پر استعمال کرکے (جسے اوپر کی آیات میں بَیِّنَۃٍ مِّنَ الرَّبِّ سے تعبیر کیا ہے) توحید و معاد کی حقیقتوں تک پہنچ چکے تھے اور ان کی یہ رسائی وہبی نہیں کسبی ہوتی تھی۔" (رسائل و مسائل حصہ اول ص۲۹) طبع دوم

(ف) یہاں مودودی صاحب نے منصب نبوت کے خلاف بہت غلط عقیدہ لکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام کو جس طرح نبوت محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وہبی نعمت ملتی ہے اس میں ان کو اپنی کوشش اور محنت کی حاجت نہیں ہوتی۔ اسی طرح ان کو اللہ تعالیٰ فطرتاً اپنی توحید پر یقین واذعان عطا فرماتے ہیں وہ پیدائشاً اور فطرتاً موحد و مومن ہوتے ہیں۔ البتہ وحی سے شریعت کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (سورۃ انعام ع ۱۰)

"یعنی ہم نے ان انبیاء کو خود ہی چنا اور خود ہی ہم نے ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دی" اور یہ ظاہر ہے کہ صراط مستقیم کی بنیاد عقیدہ باری تعالیٰ ہی ہے۔"

(۲) انبیاء کے نفس شریر ہوتے ہیں

"اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شریر کی رہزنی کے خطرے پیش آتے ہیں۔ چنانچہ حضرت داؤد ؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے کہ لَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (سورہ ص ع ۲) "ہوائے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔"

(تفہیمات ج۱ ص۱۶۱) طبع پنجم

(ف) انبیائے کرام کے پاک نفسوں کو شریر سمجھنا انتہائی درجے کی گستاخی

ہے پیغمبر معصوم ہوتے ہیں۔ اِن کے نفوس شر و خباثت سے پاک ہوتے ہیں بلکہ وہ دوسروں کے نفسوں کو بھی پاک کرنے آتے ہیں۔ وَيُزَكِّيهِمْ۔ اگر انبیاءؑ سے کوئی لغزش ہوتی ہے تو اس کا منشا بھی رضائے الٰہی کا حصول ہوتا ہے نہ کہ شرارتِ نفس۔ آیت بالا کا حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے۔ لَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں) تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دین و وحی میں شک کرنے والے تھے نعوذ باللہ !

(ل) ۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا

نبی ہونے سے پہلے تو کسی نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔ کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا۔ چنانچہ جب فرعون نے ان کو اس فعل پر ملامت کی تو انہوں نے بھرے دربار میں اس بات کا اقرار کیا کہ فَعَلْتُهَا إِذًا وَّأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ (الشعراء ع ۲) "یعنی یہ فعل مجھ سے اس وقت سرزد ہوا جب راہِ ہدایت مجھ پر نہ کھلی تھی۔"

(رسائل و مسائل ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ بار دوم ۱۹۵۴ء۔
و ترجمان القرآن مئی جون جولائی تا اکتوبر ۱۹۴۴ء)

(ف) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے کہ ان سے بہت بڑا گناہ ہوا تھا۔ اگر بہت بڑا گناہ انبیاء سے ہو جائے تو وہ معصوم کیسے مانے جا سکتے

ہیں حقیقت یہ ہے کہ فرعون کی قوم کا ایک آدمی ایک اسرائیلی کو مار رہا تھا مظلوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ آپ نے اس فرعونی کو صرف ایک مکہ مارا اور اُس کی وہیں جان نکل گئی۔ ظاہر ہے کہ آپ کا ارادہ قتل کرنے کا نہیں تھا۔ آپ نے تو چھڑانے کے لیے صرف ایک مکہ مارا تھا۔ اور کسی مظلوم کی حمایت میں ایک ظالم کافر کو مکہ مارنا کسی قانون میں سرے سے گناہ ہی نہیں۔ اس کام کو بہت بڑا گناہ کہنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی عصمت پر بہت بڑا حملہ ہے۔ آیت میں وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ کے الفاظ سے بڑا گناہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔ جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ضالّ کا لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ تو کیا مودودی صاحب امام الانبیاءؐ کو بھی اس لفظ کی وجہ سے نعوذ باللہ بڑا گناہ گار کہہ دیں گے۔ بھول چوک پر بھی عربی زبان میں ضلالت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے

(۴) آیہ عَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: "اس کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا استحکام کیے بغیر مارچ کرتا ہوا چلا جائے اور پیچھے جنگل کی طرح مفتوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جائے۔" ستمبر ۱۹۴۶ء

اشارات از امین احسن اصلاحی) (ب) اس کی (یعنی قوم کی گمراہی کی) ساری ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عجلت پسندی پر ڈالی۔"
(ایضاً ترجمان القرآن و دعوت دین اور اس کا طریقہ کار از اصلاحی ص ۱۱۳)

۔ یہ مضمون اشارات

رسالہ ترجمان القرآن میں مودودی صاحب کی ترتیب و تالیف کے تحت بلا تنقید جرح شائع ہوا ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ انکا بھی یہی نظریہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

۵۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی تنقیص

"مگر اس کی اصلیت صرف اس قدر تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر اوریا سے طلاق کی درخواست کی تھی۔"

(تفہیمات حصہ دوم ص ۴۲، طبع دوم)

(ف) اس میں بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی تنقیص پائی جاتی ہے کیونکہ پیغمبر کسی غلط سوسائٹی سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ وہ تو دوسروں پر اثر انداز ہونے اور سوسائٹیاں بدلنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ اور انبیاء کرام کا ہر عمل نیک نیتی پر مبنی ہوتا ہے۔ البتہ ان کے بلند و برتر مقام کے پیش نظر اللہ تعالیٰ معمولی بھول چوک پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔

(حسنات الابرار سیئات المقربین)

(۶) حضرت داؤد کے فعل میں خواہش نفس کا دخل تھا

نیز مودودی صاحب نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق اپنی تفسیر میں آیت یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کے تحت لکھا ہے کہ:

"یہ وہ تنبیہ ہے جو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور بلندی درجات کی بشارت دینے کے ساتھ حضرت داؤد کو فرمائی۔ اس سے یہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کہ جو فعل ان سے صادر ہوا تھا۔ اس کے اندر خواہش نفس کا کچھ دخل تھا۔ اس کا حاکمانہ اقتدار کے نامناسب استعمال سے بھی کوئی تعلق تھا اور وہ کوئی ایسا فعل تھا جو حق کے ساتھ حکومت کرنے والے کسی فرمانروا کو زیب نہ دیتا تھا۔"

(تفہیم القرآن جلد ۴۔ سورۃ ص ص ۳۲۷ طبع اول۔ اکتوبر ۱۹۶۶ء)

(ف) یہاں تنقید کے جوش میں مودودی صاحب نے حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایسے الفاظ لکھ دیئے گویا کہ وہ پاکستان کے کسی ڈکٹیٹر پر تنقید کر رہے ہیں۔ اور یہ بالکل ملحوظ نہیں رکھا کہ وہ ایک پیغمبر معصوم علیہ السلام کے بارے میں کچھ لکھ رہے ہیں۔ آخر ابوالاعلیٰ صاحب کے پاس اس الزام کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے وہ فعل خواہش نفس کی بنا پہ کیا تھا۔ ان کو نیت کا حال کیسے معلوم ہوا۔ اگر وہ لَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی کے الفاظ قرآنی سے یہ استنباط کر رہے ہیں۔ تو یہ ان کی جہالت ہے۔ قرآن مجید میں نبی کریم رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے لَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں) کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ نعوذ باللہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خداوندی میں کوئی شک لاحق ہو گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے نفوس پاک نور،

ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کے فیضان سے دوسروں کے نفوس بھی پاک ہو جاتے ہیں۔
وَیُزَکِّیْہِمْ۔ انبیاء کرام کا ہر فعل رضائے الٰہی کے لیے ہوتا ہے۔ ان آیات
کا صحیح مطلب وہ ہے جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ
نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ کہ :"

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا۔ سو جس طرح اب
تک کرتے رہے ہو اسی طرح آئندہ بھی نفسانی خواہش کی
پیروی نہ کرنا کہ (اگر ایسا کرو گے تو وہ خدا کے راستہ سے تم کو
بھٹکا دے گی (اور) جو لوگ خدا کے راستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے
لیے سخت عذاب ہوگا۔ اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے
رہے (یہ بات اوروں کو سنادی جو بھٹک رہے ہیں)

(تفسیر بیان القرآن سورۃ ص)

(٧) حضرت نوح علیہ السلام میں جاہلیت کا جذبہ تھا — سورہ ہود کی آیت

اِنِّیْٓ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجٰہِلِیْنَ کے تحت مودودی صاحب نے
حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ :

"بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقع پر بھی نبی جیسا اعلیٰ و اشرف
انسان بھی اپنی بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ حضرت نوح کی
اخلاقی رفعت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ ابھی جان جگر ان
بیٹا آنکھوں کے سامنے غرق ہوا ہے اور اس نظارہ سے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے

لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ
کر باطل کا ساتھ دیا اس کو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری
صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے۔
تو وہ فوراً اپنے دل کے زخم سے بے پروا ہو کر اس طرز فکر
کی طرف پلٹ آتے ہیں جو اسلام کا مقتضی ہے"۔

(تفسیر تفہیم القرآن۔ سورۃ ہود ص ٣٤٤۔ جلد ٢)

(ف) یہاں مودودی صاحب نے تصریح کر دی کہ (۱)
(۱) حضرت نوح علیہ السلام بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو گئے تھے۔
(ب) حضرت نوحؑ نے جاہلیت کے جذبہ کے تحت اپنے بیٹے کے
لیے دعا کی تھی"۔ حالانکہ نوح علیہ السلام نہ بشری کمزوریوں سے مغلوب
ہوئے اور نہ ہی آپ کی دعا جاہلیت کے جذبہ پر مبنی تھی۔ مودودی صاحب
بلا دلیل حضرت نوح علیہ السلام کی عصمت کو مجروح کر رہے ہیں۔

جاہلیت کا جذبہ اس کو کہتے ہیں جو خلاف اسلام ہو۔ مودودی صاحب
کی کتاب تجدید و احیائے دین اور ان کی جماعت اسلامی کے دستور میں اس کی
تصریح پائی جاتی ہے اور کوئی نبی بھی کوئی کام خلاف اسلام جذبہ کے تحت
نہیں کرتا۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں رضائے الٰہی کے تحت کرتے ہیں۔ اور اگر مودودی
صاحب نے جاہلیت کا جذبہ آیت کے ان الفاظ ان تکون من الجاھلین
سے یہ سمجھا ہے تو یہ ان کی اپنی جہالت ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ
ناواقف لوگوں میں سے نہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ

سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ آپ کے گھر والوں کو عذاب سے بچاؤں گا اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ گھر والے تھے۔ جو ایمان لا چکے ہیں۔ لیکن حضرت نوح نے اپنے ایک کافر بیٹے سمیت سب کو اس میں شامل سمجھ لیا۔ اسی لیے دعا میں یہ الفاظ عرض کیے:

رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ (اے میرے پروردگار۔ بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے)

اس آیت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے مغفرت کی دُعا اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے الفاظ کی بنا پر کی تھی۔ لیکن اس کے خلاف مودودی صاحب ایک معصوم پیغمبر علیہ السلام بنیت پر حملہ کر کے یہ بہتان تراشی کر رہے ہیں کہ آپ نے یہ دعا جاہلیت کے جذبہ کے تحت کی تھی العیاذ باللہ

ع بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

مودودی صاحب خود پاک ہیں

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں تو ابوالاعلیٰ صاحب نے تصریح کر دی کہ آپ بشری کمزوریوں سے مغلوب ہو گئے تھے۔ اور دُعا بھی جاہلیت کے جذبہ کے تحت کی۔ لیکن اپنے تقدس کی یوں تصریح کرتے ہیں کہ:

"خدا کے فضل سے میں کوئی کام یا کوئی بات جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں کیا اور کہا کرتا۔ ایک ایک لفظ جو میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے تول تول کر کہا ہے۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا حساب مجھے خدا کو دینا ہے نہ کہ بندوں کو۔ چنانچہ میں اپنی جگہ بالکل مطمئن ہوں کہ میں نے کوئی ایک لفظ بھی خلاف حق نہیں کہا"

(رسائل ومسائل حصہ اول ص۳۰ طبع دوم)

اب مودودی صاحبان خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ مودودی صاحب کی ان تحریرات کی بنا پر تقدس وعصمت میں مودودی صاحب کا مقام بڑا ہے یا حضرت داؤد اور حضرت نوح علیہم السلام کا ✧

(۸) اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے خود غلطیاں کرائی ہیں

لیکن ان حضرات نے شاید اس امر پر غور نہیں کی کہ عصمت در اصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لئے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے رنہ -

اللہ تعالیٰ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لیے بھی ان سے منفک ہو جائے ۔ تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاءؑ سے ہو سکتی ہے ۔ اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں ۔ تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں ۔"

(تفہیمات ج ۲ ص ۴۳) طبع دوم

(ف) یہاں مودودی صاحب نے حسب ذیل امور کی تصریح کر دی ہے ۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے بعض دفعہ اپنی حفاظت (عصمت) اٹھا لی ہے ۔

(۲) عام انسانوں کی طرح انبیاء سے غلطیاں ہوتی ہیں ۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے سے کسی نہ کسی وقت ہر نبی سے اپنی حفاظت اٹھا کر ان سے غلطیاں کرائی ہیں ۔

(۴) یہ غلطیاں انبیاء سے اس لیے کرائی گئی ہیں تاکہ لوگ ان کو خدا نہ سمجھیں ۔

مودودی صاحب نے ان باتوں کو انبیاء کی طرف منسوب کر کے ان کی بھی توہین کی ہے اور نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی بھی ۔ کیونکہ انبیاء کرام سے اگر کوئی لغزش ہوتی ہے تو وہ محض بھول چوک اور خطائے اجتہادی ہوا کرتی ہے ۔ جو عصمت کے خلاف نہیں ہوتی ۔ اس وقت بھی انبیاء معصوم ہوتے ہیں ۔ تعجب ہے کہ انبیاء کی لغزشوں کو اللہ تعالیٰ کے

ذمہ لگا کر تو مودودی صاحب نے خالق کائنات کو بھی نعوذ باللہ ہدف طعن بنا دیا ۔ اور مودودی صاحب نے انبیاء سے غلطیاں کرانے کی جو یہ حکمت بیان کی ہے کہ لوگ ان کو خدا نہ سمجھیں تو یہ کتنی بڑی کم فہمی کی بات ہے کیونکہ انبیاء کرام کو خدا نہ سمجھنے کے لیے ان کا پیدا ہونا ۔ کھانا پینا ۔ اور اولاد رکھنا ہی کافی دلیل ہے ۔ اس کے لیے کیا ضروری ہے کہ نعوذ باللہ ان سے غلطیاں ہی کرائی جائیں ۔ علاوہ ازیں ہمارا سوال مودودی صاحب سے یہ ہے کہ کیا سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی آپ کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس محبوب اعظم سے بھی خود غلطیاں کرائی ہیں ؟

(ب) آپ کی نظر میں وہ غلطیاں کون کون سی ہیں ؟ اللہ تعالیٰ فہم و ادب نصیب فرمائیں ۔

(۹) انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے سزائیں بھی دی ہیں

چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول بارگاہ ہونے کے باوجود اور اس کی طرف سے بڑی بڑی حیرت انگیز طاقتیں پانے کے باوجود تھے تو بندے اور بشر ہی ۔ الوہیت ان میں سے کسی کو حاصل نہ تھی ۔ رائے اور فیصلے کی غلطی بھی کرتے تھے ۔ بیمار بھی ہوتے تھے ۔ آزمائشوں میں بھی ڈالے جاتے تھے حتیٰ کہ قصور بھی ان سے ہو جاتے تھے اور انہیں سزا تک دی جاتی تھی ۔"

(ترجمان القرآن ص ۱۵۸ مئی ۱۹۵۵)

(ف) بے شک انبیاء علیہم السلام سب اللہ کے بندے اور انسان (بشر)

ہیں لیکن وہ باوجود اس کے معصوم (گناہوں سے پاک) بھی ہیں۔ ان سے جو بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے وہ حقیقتاً گناہ اور جرم کے درجہ پر نہیں ہوتی۔ لہٰذا مودودی صاحب کا یہ لکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کو سزا بھی دی جاتی تھی بہت بڑی گستاخی ہے۔ کیونکہ رائے اور فیصلے کی غلطی قابلِ تنبیہ تو ہوتی ہے۔ قابلِ سزا نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام پر جو مصیبتیں نازل ہوتی ہیں وہ جُرم کی بنا پر نہیں بلکہ ان کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر ان کے درجات اور زیادہ بلند کرنے کے لیے ہیں۔

کیا مودودی صاحب یہ بتا سکتے ہیں کہ امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رائے کی غلطی پر کیا سزا ملی۔ العیاذ باللہ۔ انبیاء کرام کی معصوم شخصیتیں جرم اور قابلِ سزا نہیں ہوتیں۔ وہ تو لوگوں کے جرائم کا ازالہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔ واللہ الهادی

(۱۰) حضرت آدمؑ پر تنقید

"علاوہ ازیں اگر موقع و محل اور سیاق و سباق کی مناسبت کو دیکھا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے یہ قصہ نہیں بیان کر رہا۔ بلکہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ بشری کمزوری کیا تھی جس کا صدور ان سے ہوا۔ اور جس کی بدولت صرف وہی نہیں بلکہ ان کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی پیشگی تنبیہات کے باوجود اپنے دشمن کے پھندے میں پھنسی اور پھنستی جا رہی ہے۔

(ب) نیز آدم علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:

"مگر اس عہدے پر مستقل تقرر ہونے سے پہلے امتحان لینا ضروری سمجھا گیا تاکہ امیدوار کی صلاحیتوں کا حال کھل جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ اس کی کمزوریاں کیا ہیں اور خوبیاں کیا ہیں۔ چنانچہ امتحان لیا گیا اور جو بات کھلی وہ یہ تھی کہ یہ امیدوار تحریص و اطماع کے اثر میں آ کر پھسل جاتا۔ اطاعت کے عزم پر مضبوطی سے قائم نہیں رہتا۔ اور اس کے علم پر نسیان غالب آ جاتا ہے۔ اس امتحان کے بعد آدم اور ان کی اولاد کو مستقل خلافت پر مامور کرنے کی بجائے آزمائشی خلافت دی گئی اور آزمائش کے لیے ایک مدت (اجل جس کا اختتام قیامت پر ہوگا) مقرر کر دی گئی۔ اس آزمائش کے دور میں امیدواروں کے لیے معیشت کا سرکاری انتظام ختم کر دیا گیا۔ اب اپنی معاش کا انتظام انہیں خود کرنا ہے۔ البتہ زمین اور اس کی مخلوقات پر ان کے اختیارات برقرار ہیں۔"

(ایضاً ترجمان القرآن ص۲۹ مئی ۱۹۵۵ء)

(ف) یہاں مودودی صاحب نے آدم علیہ السلام کے لیے امیدوار کا لفظ استعمال کر کے بنیادی غلطی کی ہے (اور نعوذ باللہ نبوت کو بھی کوئی آجکل کا سیاسی منصب سمجھ لیا ہے) کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام خود امیدوار خلافت نہ تھے۔ بلکہ ان کو پیدا ہی خلافت کے لیے کیا گیا تھا۔ انکی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔ اِنّی جاعِلٌ"

فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں. یعنی آپ نامزد خلیفہ تھے۔

(ب) مودودی صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ جنت میں خلافت کا امتحان لینے کے لیے رکھا گیا تھا۔ کیونکہ خلافت کی استعداد اللہ تعالیٰ نے خود ان میں رکھی اور ان کی خلافت وہبی تھی نہ کسبی۔ اور یہی زمین کی خلافت اصلی خلافت ہے جس کو مودودی صاحب آزمائشی خلافت کہتے ہیں۔ جنت میں تو اس زمینی خلافت کا پھل ملے گا۔ کیونکہ آخرت کو قرآن نے یوم الدین (روزِ جزا) قرار دیا ہے۔ کیا مودودی صاحب کو یہ منظور نہیں کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف ہو؟

آیاتِ قرآنی سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم ؑ کا قصہ بیان کرنے میں ان کی پوزیشن کی صفائی بھی منظور ہے۔ کیونکہ آپ سے کسی درخت کا پھل کھانے سے جو لغزش ہوئی ایک ناواقف اور ظاہر بین آدمی اس کو آدم علیہ السلام کا جرم اور گناہ سمجھ سکتا تھا۔ حق تعالےٰ نے اس قصہ کی تفصیل بتلا کر واضح کر دیا کہ یہ لغزش ان سے بالارادہ نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی نیت یقیناً پاکیزہ تھی۔ البتہ نسیان (بھول جانے) کی وجہ سے وہ درخت کا پھل کھا بیٹھے۔ جیسا کہ فرمایا:

فَنَسِیَ اٰدَمُ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (پس آدم بھول گئے اور ہم نے ان کا ارادہ نہیں پایا) باقی رہا آپ کا استغفار فرمانا تو یہ سرورِ کائنات محبوبِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ تو کیا حضور کے استغفار

کا سبب بھی کوئی گناہ ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء سے کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر کوئی بھول چوک ہو جاتی ہے تو وہ اس کو اپنے بلند مقامِ نبوت کے پیشِ نظر بڑا سمجھتے ہیں اور حق تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتے ہیں۔

(۱۱) حضرت یونس ؑ نے فریضۂ رسالت میں کوتاہیاں کیں

"تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفۂ یونس ؑ کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونس ؑ سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے جب آثارِ عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ......

پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں۔"

(تفہیم القرآن ج ۲ سورۂ یونس، حاشیہ ص ۳۱۳، ۳۱۲)

(ف) مندرجہ عبارت میں مودودی صاحب نے حضرت یونس علیہ السلام پر حسب ذیل تنقید کی ہے:

۱۔ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہوئیں۔

۲- آپ نے اپنا مستقر بے صبری کی وجہ سے چھوڑا تھا۔

۳- آپ قوم پر اتمامِ حجت نہیں کر سکے۔

۴- آپ کے اتمامِ حجت نہ کر سکنے کی وجہ سے قوم عذابِ خداوندی سے بچ گئی۔

آیاتِ بالا کی تفسیر میں مودودی صاحب نے ایک معصوم پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام پر جو تنقیدات کی ہیں اس سے عصمتِ انبیاء کا عقیدہ بالکل مجروح ہو جاتا ہے اور مقامِ نبوت کی کوئی مخصوص حیثیت باقی نہیں رہتی حقیقت یہ ہے کہ فریضۂ رسالت کی کما حقہٗ ادائیگی کے لیے ہی انبیاء کو معصوم بنایا گیا ہے۔ اور فرائض رسالت میں حق تعالیٰ ان کی خاص نگرانی و حفاظت فرماتے ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں کیں درصل اللہ تعالیٰ کے انتخاب و اجتباء میں نقص نکالنا ہے۔ نیز حضرت یونسؑ کے اپنا مستقر چھوڑنے کی وجہ اجتہادی خطا تو ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کی وجہ بے صبری اور عدم استقامت نہیں ہو سکتی۔ اَجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کیونکہ انبیاء کرام صبر و استقامت کا انتہائی کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ کہنا بھی کہ حضرت یونسؑ اتمامِ حجت نہیں کر سکے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر تنقید کرنا ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام کو بھیجنے کی غرض ہی اتمام حجت ہوتی ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (پ ۶ سورۃ النساء ع ۲۳) ۔ اور ہم نے تمام پیغمبر بشارت

دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے تاکہ پیغمبر آنے کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت نکالنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ لیکن افسوس کہ مودودی صاحب نے یہ گنجائش نکال ہی لی۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

(۱۲) حضرت ابراہیمؑ کو توحید میں ایک مدت تک شک رہا۔

سورۂ انعام کی آیات فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ج قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ج فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○ (ترجمہ: چنانچہ جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک تارا دیکھا کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا ڈوب جانے والوں کا تو میں گرویدہ نہیں ہوں) کی تفسیر میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

"یہاں حضرت ابراہیمؑ کے اس ابتدائی تفکر کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو منصبِ نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے اُن کے لیے حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک صحیح الدماغ اور سلیم النظر انسان جس نے سراسر شرک کے ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں اور جسے توحید کی تعلیم کہیں سے حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ کس طرح آثارِ کائنات کا مشاہدہ کر کے اور ان پر غور و فکر اور ان سے صحیح استدلال کر کے امرِ حق معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔"

(تفہیم القرآن۔ سورۂ انعام ج ۱ ص ۵۵۰)

(ن) مودودی صاحب کا یہ عقیدہ بھی خلافِ حق ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے توحید کو اپنے غور وفکر سے سمجھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے قلوب مطہرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ توحید کا یقین خود ہی ان کو القاء فرماتے ہیں۔ اسمیں وہ غور وفکر کے محتاج نہیں ہوتے۔

(ب) مودودی صاحب کے اس عقیدہ سے تو یہ لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک عرصہ تک نعوذ باللہ مومن وموحد نہ تھے۔ حالانکہ انبیاء پیدائشاً مومن وموحد ہوتے ہیں۔

(ج) ستارے چاند اور سورج کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ھٰذَا رَبِّیْ فرمایا کہ یہ میرا خدا ہے تو وہ اپنی تحقیق کیلئے نہیں تھا جیسا کہ مودودی صاحب نے لکھا ہے بلکہ قوم کو سمجھانے کے لیے آپ نے یہ طرزِ بیان اختیار کیا تھا کہ کیا تمہارے عقیدے میں یہ میرا رب ہے اور اس کی دلیل مابعد کی یہ آیت ہے:

تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ (یعنی یہ ہماری طرف سے ایک حجت ودلیل تھی جو قوم کے مقابلہ میں ہم نے حضرت ابراہیمؑ کو عطا کی تھی) اس سے معلوم ہوا کہ ان آیات میں قوم سے بحث کرنے کا تذکرہ ہے نہ حضرت ابراہیمؑ کی اپنی تحقیق کا کہ میرا رب کون ہے؟

(۱۳) اسلام ایک تحریک اور انبیاءؑ اس کے لیڈر ہیں

(۱) اسلامی تحریک میں ایک محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی وہ تنہا لیڈر ہیں جن کی زندگی میں ہم

کو اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک اور پھر قیام کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل ودستور داخلی وخارجی پالیسی اور نظم مملکت کے پہنچنے تک ایک ایک مرحلے اور ایک ایک پہلو کی پوری پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں۔

(ب) اس دوران میں تحریک کے لیڈر نے اپنی شخصی زندگی سے اپنی تحریک کے اصول کا اور ہر اس چیز کا جس کے لیے یہ تحریک اٹھی تھی۔ پورا پورا مظاہرہ کیا۔

(ج) مگر جس لیڈر کو اللہ نے رہنمائی کے لیے مقرر کیا تھا۔ اس نے دنیا کے اور خود اپنے ملک کے ان بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف بھی توجہ نہ دی بلکہ دعوت[1] اس چیز کی طرف دی کہ خدا کے سوا تمام الٰہوں کو چھوڑ دو اور صرف اسی الٰہ کی بندگی قبول کرو۔"

(اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ص۲۳، ۲۴، ۳۲)

(تبصرہ):-

اسلام دین ہے۔ اس کو تحریک کہنا اس کی عظمتِ شان کو کم کرنا ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام کو لیڈر کے لفظ سے تعبیر کرنا بھی مقامِ نبوت کو نیچے لانا ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں تحریک کا جو مفہوم مختلف تحریکوں

---

[1] لیکن اب مودودی صاحب نے توحید کی دعوت کو چھوڑ کر ملک میں سب سے اولین مسئلہ جمہوریت کی طرف دعوت دینا بنالیا ہے۔

کو دیکھ کر ذہن میں آتا ہے۔ عوام اسلام کے متعلق بھی یہی تصور قائم کریں گے اور لیڈروں کا جو نقشہ عوام کے سامنے ہے۔ انبیاء کرام کو لیڈر سمجھنے میں بھی وہی معمولی تصور ان کے دلوں میں قائم ہو سکتا ہے۔ حالانکہ شرعاً نبی و رسول کا جو مفہوم ہے وہ لیڈر کے لفظ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اور دین کی جو حقیقت ہے وہ تحریک کے لفظ سے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ مودودی صاحب کو ایک لیڈر اور مودودیت کو تحریک تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن مودودی صاحب کو نبی اور مودودیت کو دین نہیں کہہ سکتے۔

(۱۴) سرورِ انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم پر تنقید

(د) دجّال کے متعلّق جنتنی

احادیث نبی صلّے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کو اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ بڑا دجّال ظاہر ہونے والا ہے۔ اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی۔ اور وہ ان خصوصیّات کا حامل ہوگا۔ لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا۔ کہاں ظاہر ہوگا۔ اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔" ان امور کے متعلّق جو مختلف باتیں حضور سے احادیث میں منقول ہیں۔ وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے۔"

(ب) یہ تردّد اوّل تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپ نے علم وحی کی بنا پر نہیں فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان کی بنا پر فرمائی تھیں۔ اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپ کی نبوّت پر کوئی حرف آتا ہو۔"

(ج) حضورؐ کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجّال آپ ہی کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے۔ یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو۔ لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔"

(ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء)

نوٹ: جب اس عبارت پر علمائے کرام نے اعتراضات کیے تو اس عبارت میں ترمیم کے یہ الفاظ لکھے:

" لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔ اور ابھی تک دجّال نہیں آیا۔"

(ترجمان القرآن فروری ۵۵ء)

اور رسائل و مسائل حصہ اوّل بار دوم ص۵۷ میں بعد از ترمیم یہ الفاظ لکھے کہ:

" کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا۔ کہ حضورؐ کا اندیشہ قبل از وقت تھا۔"

لیکن اس ترمیم کے بعد بھی توہین نبوت علی حالہٖ باقی رہتی ہے کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال کے بارے میں کوئی بات قیاس سے

فرمائی ہے تو وحی خداوندی نے اس کی اصلاح بھی فرمادی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دجّال کو باب لُد پر قتل کریں گے۔ (مسلم ترمذی وغیرہ) اور اس حدیث کو خود مودودی صاحب نے رسالہ "ختم نبوت" صد ۴۶ میں لکھا ہے۔ حدیث کی اس تصریح کے بعد یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری عمر تک شک رہا کہ وہ کب ظاہر ہوگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہوں گے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ تمام اہلِ اسلام کا یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ کہ انبیائے کرام سے اگر کوئی اجتہادی بھول چوک ہو بھی جائے تو اللہ تعالےٰ وحی کے ذریعہ آگاہ فرما دیتے ہیں۔ اور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو مقام ہی سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اگر نعوذ باللہ حضورؐ کی وفات کے بعد ادنیٰ سے ادنیٰ طور پر بھی کوئی بات غلط ثابت ہوجائے تو پھر اس دین پر کلّی اعتماد قائم نہیں رہ سکتا۔ جس کی تکمیل کا اعلان حضورؐ کی مقدس زندگی میں ہی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی آیت سے ہوگیا تھا۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ دجّال کے متعلق کسی خبر دینے کا معاملہ خاص دین سے تعلق رکھتا ہے۔ انبیائے کرام کوئی غیبی بات یا پیشینگوئی اپنے گمان وخیال سے نہیں کرتے۔ ایسے معاملات میں ان کے تمام ارشادات وحی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لیے مودودی صاحب کا یہ لکھنا سراسر

باطل اور آیت وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ وَحْیٌ یُّوْحٰی کے بالکل خلاف ہے۔ یہ مودودی صاحب کی انتہائی بدنصیبی ہے کہ انہوں نے فخر انبیاء سیّد الاوّلین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک پر بھی اپنا تنقیدی تیر چلادیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے اندھے عقیدت مندوں کو ہدایت نصیب فرمائیں ۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور دجّال

احادیث دجّال کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی کا تصوّر بھی سُن لیجئے :

"اور ایک نقص حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ بعض حدیثیں اجتہادی طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ اسی وجہ سے ان میں باہم تعارض ہوگیا ہے۔ جیسا کہ ابن صیّاد کے دجّال معہود ہونے کی نسبت جو حدیثوں[؎] ہیں۔ ان حدیثوں سے صریح اور صاف طور پر معارض ہیں۔ جو گرجا والے دجّال کی نسبت ہیں۔ جس کا راوی تمیم داری ہے۔ اب ہم ان دونوں حدیثوں میں سے کس کو صحیح سمجھیں۔ دونو حضرت مسلم صاحب کی صحیح میں موجود ہیں۔ الخ

(مباحثہ لدھیانہ مابین مولانا محمد حسین بٹالوی و مرزا غلام احمد قادیانی
جولائی ۱۸۹۲ء)

؎ مرزا غلام احمد قادیانی کے خط میں لفظ حدیثوں ہی لکھا ہے۔

(ف) احادیث دجّال کے متعلق مودودی صاحب نے وہی کچھ لکھا
جو ان سے پہلے مرزا قادیانی نے لکھا تھا۔ فرمایئے دونوں
کی تحقیق میں کیا فرق ہے ؟

(۱۵) سرورِ کائنات بھی پیدائشی موحّد نہیں تھے

سورہ ہُود رکوع (۱)

کی آیت اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

" اس ارشاد سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نزولِ قرآن سے پہلے ایمان بالغیب کی منزل سے
گزر چکے تھے۔ جس طرح سورۃ انعام میں حضرت ابراہیم ؑ
کے متعلق بتایا گیا ہے کہ نبی ہونے سے قبل آثارِ کائنات
کے مشاہدے سے وہ توحید کی معرفت حاصل کر چکے تھے۔
اسی طرح یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
نے بھی غور وفکر سے اس حقیقت کو پالیا تھا۔ اور اس کے
بعد قرآن نے آ کر اس کی نہ صرف تصدیق وتوثیق کی بلکہ آپ
کو حقیقت کا براہِ راست علم بھی عطا کر دیا "

(تفہیم القرآن ج ۲ ص ۳۲۱)

(ف) یہاں مودودی صاحب نے تصریح کردی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غور وفکر سے توحید کو سمجھا۔ لیکن یہ عقیدہ بھی
بالکل لغو اور باطل ہے کیونکہ جس طرح نبوت وہبی نعمت ہے اسی ت

انبیاء علیہم السلام کو توحید پر یقین بھی وہبی طور پر حاصل ہوتا ہے۔ اس میں
وہ غور وفکر کے محتاج نہیں ہوتے۔ انبیاء کرام پیدائشی طور پر ہی
مومن وموحّد ہوتے ہیں۔ البتہ وحی سے دین وشریعت کی تفصیلات
بتلائی جاتی ہیں جو بغیر وحی حاصل نہیں ہوسکتیں۔

(۱۶) آفتابِ نبوّت کے فیضان سے انکار

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق لکھتے ہیں :-

" اس کی وجہ یہ ہی تھی کہ آپ کو عرب میں بہترین انسانی
مواد مل گیا تھا۔ جس کے اندر کیرکٹر کی زبردست طاقت
موجود تھی۔ اگر خدانخواستہ آپ کو بودے، کم ہمّت،
ضعیف الارادہ اور ناقابلِ اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا
پھر بھی وہ نتائج نکل سکتے تھے "

(ف) ناظرین غور فرمائیں کہ کس طرح امام الانبیاء کی تربیت وصحبت
کے فیضان کی تنقیص کی جارہی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ کرام میں وہ
لوگ بھی شامل تھے جو اسلام سے پہلے غلام تھے اور قوم میں ان کی کوئی
اخلاقی حیثیت نہیں تھی۔ لیکن اللہ کے فضل واحسان اور محبوب خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت وفیضان صحبت سے وہ ان مراتب عالیہ اور
کمالات فائقہ پر سرفراز ہوئے جن کا تذکرہ قرآن وحدیث اور ناقابلِ
انکار تاریخی روایات میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض رسالت میں یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ آیَاتِهٖ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ کے ساتھ وَیُزَکِّیْهِمْ فرما کر یہ سمجھا دیا کہ صحابہ کی تربیت و تکمیل حضورؐ کے فیضان کی وجہ سے ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم صرف معلّم نہیں بلکہ مُزکّی بھی ہیں ۔

(۱۷) قرآن سے حضرت عیسیٰ کے رفع جسمانی کا انکار

آیت وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ (یعنی یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے آپ کو اپنی طرف اُٹھا لیا) اس سے تمام اُمتِ محمدیہ نے یہی سمجھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ جسم سمیت آسمانوں پر اٹھا لیا گیا البتہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کا انکار کیا ہے اور مودودی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

" یہ اس معاملہ کی اصل حقیقت ہے جو اللہ تعالےٰ نے بتائی ہے۔ اس میں جزم و صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے۔ وہ یہ صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح کو قتل کرنے میں یہودی کامیاب نہیں ہوئے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اُٹھا لینے کی کیفیت کیا تھی تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی۔ قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و رُوح کے ساتھ کرۂ زمین سے

سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا۔ اور نہ ہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی۔ اور صرف اُن کی رُوح اٹھائی گئی۔ اسی لیے قرآن کی بنیاد پر نہ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جا سکتی ہے اور نہ اثبات "

(تفہیم القرآن حصّہ اوّل ص۴۲۰)

(ف) یہ بالکل غلط ہے کیونکہ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو جسم سمیت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھا لیا اور اپنی طرف سے مُراد آسمان کی طرف ہی اُٹھا لینا ہے ۔



احادیث کے متعلق مودودی نظریات

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے برگزیدہ اور معصوم جماعت انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق آپ نے مودودی صاحب کے توہمات دیکھ لیے۔ اب احادیث کے متعلق ان کے تخیلات ملاحظہ ہوں :۔

۱۔ لکھتے ہیں :۔

"محض احادیث پر ایسی کسی چیز کی بنا نہیں رکھی جا سکتی جسے مدار کفر و ایمان قرار دیا جائے۔ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچتی آئی ہیں۔ جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ کہ علم الیقین۔"

("ترجمان القرآن مارچ، اپریل، مئی جون ۱۹۴۵ء")

(ف) فرمائیے اگر احادیث سے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف گمان صحت حاصل ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ شاید صحیح ہوں تو وہ دینی حجت کیسے قرار دی جا سکتی ہیں اور نماز روزہ کی فضیلت جو احادیث سے ثابت ہیں ان پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ "ان تمام احادیث سے رُواۃ کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسماء الرجال کا عظیم الشان ذخیرہ

فراہم کیا۔ جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے مگر ان میں کونسی چیز ہے جس میں غلطی کا احتمال نہ ہو" الخ

(تفہیمات جلد اوّل ص ۲۹۱)

(ف) جب ہر چیز میں غلطی کا احتمال ہے تو یہ تمام ذخیرہ مشکوک ہو گیا۔ پھر اس پر اعتماد کیونکر کریں گے۔

۳۔ "یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کی بنا پر اسناد اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیتہً صحیح نہیں سمجھا جا سکتا یہ مواد اس حد تک قابل اعتماد ضرور ہے کہ سنت نبوی اور آثار صحابہ کی تحقیق میں اس سے مدد لی جائے اور اس کا مناسب لحاظ کیا جائے۔ مگر اس قابل نہیں کہ بالکل اسی پر کلّی اعتماد کر لیا جائے۔"

(ایضاً صفحہ ۲۹۴)

۴۔ "قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے مگر تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں سے نہیں۔ ان کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہئیں۔ جو قرآن و سنت کے مغز کو پا چکے ہیں۔"

(تنقیحات ص ۱۳۳ ترجمان القرآن، رجون ۱۹۳۹ء)

(ف) یہاں مودودی صاحب نے تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں کو کس طرح بے وقار بنانے کی کوشش کی ہے۔ خدا جانے

قرآن و سنت کا مغز آپ کو کہاں سے مل سکے گا ؟

۵۔ "جس شخص کو اللہ تعالےٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اس کے اندر قرآن اور سیرتِ رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہے جیسے ایک پرانے جوہری کی بصیرت کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے۔ اس کی نظر بحیثیت مجموعی شریعت حقہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے۔ اس کے جب جزئیات اس کے سامنے آتے ہیں تو اسس کا ذوق اس کو بتا دیتا ہے کہ کونسی چیز اسلام کے مزاج اور اس کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے۔ اور کون سی نہیں رکھتی۔ روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی رد و قبول کا معیار بن جاتی ہے۔ جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہوتا ہے وہ نبی اکرم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اُسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کون سا قول یا کون سا فعل میرے سرکار کا ہو سکتا ہے

اور کون سی چیز سُنتِ نبوی سے اقرب ہے۔" الخ ایضاً ص ۲۹۵

(ت) یہاں تو مودودی صاحب نے احادیث کی جانچ پڑتال کو انسانی ذوق کے تابع کر دیا۔ کیا مودودی صاحب بتا سکتے ہیں کہ کہ اس زمانہ میں ایسا مزاج شناس رسول کون ہے جس کے ذوق پر اعتماد کر کے اُمت صحیح احادیث کو اختیار کر سکے۔ آپ کی اس قسم کی عبارت لکھنے سے آخر فائدہ کیا ہے ؟ اگر آپ کے معتقدین آپ کو ایسا مزاج شناس رسول تسلیم کریں گے تو منکرین حدیث مسٹر غلام احمد پرویز کو یہ مقام دیں گے۔ ایسی صورت میں احادیثِ مقدسہ کی کیا حیثیت رہ جائے گی۔ جسے چاہا اپنے ذوق سے مان لیا۔ اور جس کو چاہا رد کر دیا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مودودی صاحب سرے سے منکرِ حدیث ہیں لیکن مودودی صاحب کی ایسی تحریرات سے انکارِ حدیث کا دروازہ ضرور کھل جاتا ہے چنانچہ انہی عبارات کی بنا پر پرویز صاحب نے مودودی صاحب کو الزام دیا ہے کہ :

" حدیث کے متعلق بعینہٖ مسلک (جو مودودی صاحب کا ہے) طلوع اسلام کا ہے۔ صرف اس فرق کے ساتھ کہ وہ کسی ایک فرد کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ جس بات کو اس کی نگہ جوہر شناس سنتِ رسول قرار دے دے۔ اس کی اتباع ساری اُمت پر لازم قرار پائے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ یہ حق صرف اُمت کے قرآنی نظام کو حاصل ہے کہ وہ روایت کے اس

ذخیرہ کو چھان پھٹک کر دیکھے کہ اس میں کونسی چیز صحیح ہو سکتی ہے۔" الخ

(طلوعِ اسلام کراچی ۱۲ اپریل ۵۵ء)

حدیث کے متعلق قادیانی نظریہ

مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

"ہر ایک مومن خود سمجھ سکتا ہے کہ حدیثوں کی تحقیقات روایتی نقص سے خالی نہیں۔ کیونکہ ان کے درمیان راویوں کی چال چلن وغیرہ کی نسبت ایسی تحقیقات کامل نہیں ہو سکی۔ اور نہ ممکن تھی کہ کسی طرح شک باقی نہ رہتا۔"

(مباحثہ لدھیانہ)

(ف) فرمایئے حدیث کے متعلق قادیانی کی اس تحریر اور مودودی صاحب کی اس تحریر میں کیا فرق ہے؟ جو نمبر۳ کے ماتحت پہلے درج کی جا چکی ہے کہ:

"یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جن کی بنا پر اسناد اور جرح و تعدیل کے حکم کو کلیتہً صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ مواد اس حد تک قابل اعتماد ضرور ہے کہ سنتِ نبوی اور آثارِ صحابہ کی تحقیق میں اس سے مدد لی جائے۔ اور اس کا مناسب لحاظ کیا جائے مگر اس قابل نہیں ہے کہ بالکل اسی پر کلی اعتماد کر لیا جائے۔"

(تفہیمات جلد اوّل ص ۲۹۴)

مقامِ صحابہ مودودی صاحب کی نظر میں

(۱) انبیائے کرام کے بعد صحابہ کا درجہ ہے۔ لیکن افسوس کہ صحابہ کرام کے متعلق بھی مودودی صاحب کے نظریات اہلِ حق کے خلاف ہیں۔ ان کے نزدیک اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معیارِ حق نہیں۔ اور ان پر تنقید بھی جائز ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے۔ اور پرکھے۔ اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو۔ اس کو اسی درجہ میں رکھے۔"

(دستور جماعت اسلامی پاکستان ص ۱۴)

(ف) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں ۷۳ فرقے ہونگے جن میں سے صرف ایک جنتی ہوگا۔ باقی سب جہنم میں جائیں گے اور اسی جنتی جماعت کا نشان بتلاتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:۔ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (مشکوٰۃ شریف) یعنی جو لوگ میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر چلیں گے وہ جنتی ہوں گے۔ اس حدیث نبوی سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت کے لئے صحابہ کرام معیارِ حق ہیں۔ لیکن مذکورہ مودودی دستور اس ارشاد کے خلاف ہے معیارِ

حق کے موضوع پر راقم الحروف نے "مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر" میں ضروری بحث لکھی ہے۔ اس کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ علاوہ ازیں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کے معیارِ حق ہونے کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ "مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت[۱]" تصنیف فرمایا ہے جس پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند مدظلہ نے ایک محققانہ مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ جس میں معیارِ حق تنقید اور ذہنی غلامی پر مفصل بحث کی ہے۔ ناظرین اس رسالہ مبارکہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

مودودی نظریات اور شیعہ

مودودی صاحب نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اپنے جو تصورات پیش کیے ہیں شیعہ علماء ان سے بڑے خوش ہیں۔ اور ان کو اپنے مسلک کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ مذہب شیعہ کے ماہنامہ پیام عمل لاہور دسمبر ۶۳ء میں "کیا صحابہ معیارِ حق ہیں" کے عنوان سے "دستور جماعتِ اسلامی" کی دفعہ مذکورہ کے ماتحت لکھا ہے:

"یہی تو ہم بھی کہتے ہیں اور یہی ہمارا سب سے بڑا جرم سمجھا جاتا ہے۔" ص۱۱

نیز "صحابہ مرجع نہیں" کے عنوان سے مودودی صاحب کے

۱؎ مذکورہ بالا دونوں کتب مکتبہ حنفیہ جہلم سے مل سکتی ہیں۔

کی یہ عبارت لکھی ہے:

"اس معاملے میں جب ہم سب سے پہلے کتاب اللہ کی جانب رجوع کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کسی مقام پر صحابہ کرام کے انفرادی افعال و اعمال کو ہمارے لیے مستقل اسوہ اور مرجع قرار نہیں دیا گیا۔"

(ترجمان القرآن نومبر ۶۳ء)

• پھر شیعہ کیوں قابل گردن زدنی سمجھے جاتے ہیں۔" ص۱۱

حدیث اصحابی کالنجوم کی تحقیق

یہ روایت بالعموم اس طرح بیان کی جاتی ہے: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے رستہ پاؤ گے)۔ اگرچہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس روایت کا جابجا ذکر کیا جاتا ہے لیکن میرے علم میں کوئی ایک اصولی یا فقیہ بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس روایت سے صحابی کے قول و فعل کو مطلقاً حجت ثابت کرنے کی کوشش کی ہو۔ الخ ......"

(ماہنامہ ترجمان القرآن نومبر ۶۳ء)

یادش بخیر جناب حافظ علی بہادر خاں صاحب مدیر دورِ جدید دہلی کی لاجواب تحقیقی پیش کش "صحابیت" کے بعد مذکورہ تحریر نے اصحابی کالنجوم کی قلعی کھول دی ہے خدا کا شکر ہے کہ دونوں حضرات غیر شیعہ ہیں۔ اگر یہی بات کسی شیعہ کے قلم سے لکھی جاتی تو نہ جانے کیا ہوتا۔ جوں جوں

زمانے میں روشنی بڑھتی جائے گی۔ آل محمد علیہم السلام کے پاکیزہ اصول اپنا لوہا منواتے چلے جائیں گے"۔

(ایضاً پیام عمل ص۱۲)

ناظرین غور فرمائیں کہ مودودی صاحب اور ان کے متبعین کی تحریرات سے اہل سنت کی تائید ہوتی ہے یا اہل شیعہ کی۔

(۲) "ان سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا۔ اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے۔ ابن عمر نے سنا کہ ابو ہریرہ وتر کو ضروری نہیں سمجھتے۔ فرمانے لگے ابو ہریرہ جھوٹے ہیں۔ حضرت عائشہ نے ایک موقعہ پر انس اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ حدیث رسول اللہ کو کیا جانیں۔ وہ تو اس زمانہ میں بچے تھے۔ حضرت حسن بن علی سے ایک مرتبہ شاھد و مشہود کے معنی پوچھے گئے۔ انہوں نے اس کی تفسیر بیان کی۔ عرض کیا گیا کہ ابن عمر اور ابن زبیر تو ایسا ایسا کہتے ہیں۔ فرمایا۔ دونو جھوٹے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ پر مغیرہ بن شعبہ کو جھوٹا قرار دیا۔ عبادہ بن الصامت نے ایک ایسا مسئلہ بیان کرتے ہوئے مسعود بن اوس انصاری پر جھوٹ کا الزام لگا دیا۔ حالانکہ وہ بدری

صحابہ میں سے ہیں"۔

(تفہیمات جلد اول ص۲۹۳)

(ف) (ا) مودودی صاحب نے چن چن کر جو روایات یہاں جمع کر دی ہیں ان کو پڑھ کر ایک ناواقف آدمی کیا صحابہ کرام کا معتقد رہ سکتا ہے؟ کیا صحابہ کرام کی سوسائٹی کا یہی نقشہ تھا جو مودودی صاحب نے کھینچا ہے؟ قرآن کریم جن کو صادقین و راشدین بتائے۔ جن کو اس دنیوی زندگی میں ہی جنت کی بشارت اور رضائے الٰہی کی سند مل چکی ہے کیا وہ ایک دوسرے کو ایسا ہی جھوٹا کہتے ہوں گے؟

(ب) مودودی صاحب کے اسلامی ذوق نے ان روایات کو کیسے صحیح مان لیا؟ دین کی مزاج شناسی صحابہ کے تذکرہ میں کہاں کھوئی گئی؟

(۳) "صحابہ کی جماعت کے متعلق جو نقشہ تذکروں میں کھینچا گیا ہے۔ اس میں ایک حد تک مبالغہ ہے۔ اور ایک حد تک حقیقت ہے"۔

(رسائل و مسائل حصہ اول ص۴۷۵)

(ث) کیا صحابہ کرام کے متعلق قرآن و حدیث میں بھی مبالغہ ہے۔ پھر حقیقت اور مبالغہ میں کون فرق کرے گا؟

(۴) "حقیقت یہ ہے کہ عامی لوگ نہ کبھی عہد نبوی میں معیاری مسلمان تھے اور نہ اس کے بعد کبھی ان کو معیاری مسلمان ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ معیاری مسلمان تو در اصل اس زمانے میں بھی وہی تھے اور اب بھی وہی ہیں۔ جو قرآن اور حدیث

کے علوم پر نظر رکھتے ہوں اور جن کی رگ و پے میں قرآن کا علم اور
نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا نمونہ سرایت
کر گیا ہو۔ باقی رہے عوام تو اس وقت بھی ان معیاری مسلمانوں
کے پیرو تھے اور آج بھی ہیں۔" الخ

(تفہیمات جلد اول ص ۳۰۹ ترجمان القرآن جولائی ۳۴ء)

(ف) یہاں بھی مودودی صاحب نے عوام صحابہ کی تنقیص کی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ صحابہ کرام میں باہمی فرق مراتب تھا۔ لیکن صحابہ میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا صحابی بھی بعد کی امت کے بڑے سے بڑے ولی و مجدد سے افضل ہے۔ یہی اہل حق کا عقیدہ ہے۔ جس مومن کو ایک لمحہ کے لیے بھی محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو گیا۔ اس کا درجہ علمائے امت سے بڑھ گیا۔ اگر مودودی صاحب کے نزدیک معیاری مسلمان وہ ہے۔

"جس کی رگ و پے میں قرآن کا علم اور نبی اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا نمونہ سرایت کر گیا ہو۔"

تو بتلائیے کیا یہ دولت عوام صحابہ کو نصیب نہیں تھی کیا مودودی صاحب کی رگ و پے میں قرآن کا علم اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا نمونہ کسی صحابی سے زیادہ سرایت کیے ہوئے ہے۔ فرمائیے۔ آج معیاری مسلمان کون ہے؟ جو علم و اتباع میں عوام صحابہ سے بڑھ کر ہو۔ الخ۔ جو عبارت سے مودودی صاحب کے باطن کا اندازہ کر لینا

کچھ مشکل نہیں ہے۔ برتن سے وہی نکلتا ہے جو اس کے اندر ہو۔

(۵) مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی جو نام نہاد جماعت اسلامی ہندوستان کی ممتاز شخصیت ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"اس تصور اسلام کا نظریہ جنگ، کی خالص اخلاقیت
اور بے لوث عقلیت اتنی بلند تھی کہ اس کی رفعتوں تک
پہنچنے میں ان لوگوں کو بھی ابتداءً بڑی دشواریاں پیش آئیں
جو نفسانیت اور جاہلیت کو یکسر خیرباد کہہ چکے تھے۔ برسوں
کی تعلیم و تربیت کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو
میدان جنگ میں لائے اور باوجودیکہ ان کی ذہنیت میں
انقلاب عظیم رونما ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی اسلام کی ابتدائی
لڑائیوں میں صحابہ کرام جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی سپرٹ کو
سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے تھے۔"

(ترجمان القرآن ۵۷ء ص ۲۹۲)

(ف) ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ مودودی صاحب کے معتقدین نے خواہ مخواہ تنقید کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ کیا وہ اللہ کی طرف سے جج بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ غور فرمائیں کہ جب صحابہ کرام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برسوں کی تربیت کے بعد بھی اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی سپرٹ کو نہ سمجھ سکے تو آج کون ہے جو اسلام کی اصلی سپرٹ کو سمجھتا ہے۔ کیا اس جماعت کے امیر مطلق خود مودودی صاحب جہاد فی سبیل اللہ کی اصلی

سپرٹ کو سمجھتے ہیں؟ اگر وہ سمجھتے ہیں تو ان کو کس کی تعلیم و تربیت سے یہ کمال نصیب ہوا۔ اور اگر نہیں سمجھتے تو جماعت اسلامی کے امیر بن کر کیا وہ قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں نہیں گرائیں گے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی سپرٹ سمجھنے میں تو آپ نے ۴۸ء کے جہاد کشمیر کے متعلق اپنا بیان دینے میں مخصوص کمال کا مظاہرہ کیا تھا جس کی تردید حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت کردی تھی۔

حضرت صدیق اکبرؓ پر تنقید

۶۔ مولوی صدر الدین صاحب اصلاحی لکھتے ہیں:

"اگرچہ غیرت انسانیت کا بہترین جوہر ہے لیکن اسلام اسے آزاد نہیں چھوڑتا۔ اسے بھی اپنا تابع بناتا ہے۔ اسے اعتدال کے حدود سے باہر نہیں جانے دیتا۔ اور انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ کبھی نفس کے رجحانات سے مغلوب نہ ہو جو کچھ کرے اور جو کچھ کہے نفسانیت اور جذبات سے عاری ہو کر محض خدا کے اس کی رضا جوئی کے لیے اور اس نظام عدل کی برقراری کے لیے اسلام کا یہ اتنا نازک ترین مطالبہ ہے اور یہ اتنا نازک ہے کہ ایک مرتبہ صدیق اکبر جیسا بے نفس متورع اور سراپا للہیت انسان بھی اسے پورا کرنے سے چوک گیا۔ واقعہ افک ایسا شدید سانحہ تھا۔

جس سے بڑھ کر انسان کے لیے جانگسل اور رُوح فرسا ابتلا ممکن ہی نہیں .... چنانچہ آپ نے یعنی صدیق اکبر نے قسم کھائی کہ آئندہ اس شخص یعنی مسطح بن اثاثہ جو ان کی کفالت میں تھے کی کفالت نہ کروں گا۔ مگر اسلام ایک سچے انسان کو جس مقام فضل و احسان پر دیکھنا چاہتا ہے یہ مقام غیظ و انتقام اس سے فروتر تھا فوراً تنبیہ ہوئی کہ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ مگر اسلام کی رُوح اس خفیف ترین بے گانے جذبہ سے بھی کس طرح مضطرب ہو جاتی ہے۔ اس کا معیار فضیلت اتنی سی غیر اسلامی حمیت کو بھی برداشت نہیں کرتا۔"

(ترجمان القرآن ۵۷ء ص ۳۰)

(ت) واقعہ یہ ہے کہ منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ایک تہمت لگائی۔ بعض مسلمان بھی اس پروپیگنڈا سے متاثر ہوئے۔ جن میں حضرت مسطح بن اثاثہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بنا پر ان کا خرچ بند کر دیا۔ جس پر آیتِ بالا نازل ہوئی۔ اصلاحی صاحب کے نزدیک حضرت صدیق نے ایسا طرز عمل غیر اسلامی حمیت کی بنا پر اختیار کیا تھا۔ جس میں رضائے الٰہی مقصود نہ تھی اور ہمارے نزدیک حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ عمل بھی رضائے الٰہی کے لیے ہی تھا۔ کیونکہ محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم

کی جیسہ پاک اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے متعلق مخالفین کے
پروپیگنڈے سے متاثر ہونا ایک بڑی بات تھی - نعوذ باللہ حضرت
ابوبکرؓ نے کسی غیر اسلامی حمیت کی بنا پر یہ عمل نہیں کیا - البتہ حق
تعالیٰ نے اس طرزِ عمل کو پسند نہ فرمایا - کہ آپ مسطحؓ کی مالی اعانت
نہ کرنے کی قسم کھا ڈالیں - اس کو ترکِ اولیٰ تو کہا جائے گا لیکن
غیر اسلامی حمیت کو اس کی وجہ قرار دینا نعوذ باللہ حضرت صدیقؓ
کے اخلاص پر ایک رکیک حملہ ہے -

حضرت فاروقِ اعظمؓ پر تنقید

(۷) اصلاحی صاحب لکھتے ہیں :

"لیکن دنیا تو ہر بلندی کے آگے سر ٹیک دینے کی خوگر
تھی اور ہر بزرگ انسان کو مقام بشر سے کچھ نہ کچھ برتر
ہی سمجھتی آ رہی تھی چنانچہ اس تخیل کا اثر مٹتے مٹتے بھی
کبھی کبھی نمایاں ہو جاتا تھا - غالباً یہ ہی شخصی عظمت
کا تخیل تھا - جس نے رحلت مصطفوی کے وقت اضطراری
طور پر حضرت عمرؓ کو تھوڑی دیر کے لیے مغلوب کر لیا تھا -
.... لیکن ان تمام تصریحات کے باوجود اس
جگر گداز خبر کو سن کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
وفات پائی - حضرت عمر جیسا اعلیٰ تربیت یافتہ مسلمان
بھی وفورِ جذبات میں توازن کھو دیتا ہے - تھوڑی دیر

کے لیے بھول جاتا ہے - کہ قضائے الٰہی کے سامنے بالا و
پست سب ایک ہیں - اور حیران ہو ہو کر سوچتا ہے کہ اتنی
بڑی ہستی کس طرح اس معمولی انداز سے گذر جا سکتی ہے -
پیغمبرانہ شخصیت کی بزرگی کا جو سکہ نفس میں مرتسم تھا -
اس بنا پر وہ آپ کی وفات کا یقین کرنے کے لیے تیار
نہ تھا "

(ترجمان القرآن ۵۷ئہ جلد ۱۲ عدد ۴)

(ت) واقعہ یہ ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
نے وفات پائی تو ابتداءً حضرت عمرؓ نے اس پر یقین نہ کیا - اب اصلاحی
صاحب اس کی وجہ یہ قرار دے رہے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے تصوّر میں
پیغمبرانہ شخصیت کی بزرگی کا جو درجہ تھا اس کے پیش نظر آپ نے
ایسا کیا - اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ حضرت عمرؓ بھی
ساری عمر باوجود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت
سے فیضیاب ہونے کے پیغمبرانہ عظمت میں غلو رکھتے تھے - اور یہ مقام
فاروقی کی سخت توہین ہے - برعکس اس کے حضرت عمرؓ کے اس قول
کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہی سمجھا کہ ابھی حضور نے اور بہت کام کرنے
ہیں - ابھی موت کا وقت نہیں آیا - چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ
محدثؒ دہلوی فرماتے ہیں :

"باید دانست کہ قصہ دلالت می کند بر آنکہ فاروق می دانست

کہ موت بر آں حضرت شدنی است پس مخالف آیت اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اعتقاد نہ کردہ بود۔ لیکن گمان می کرد کہ آنچہ واقع شدہ است موت نیست بلکہ تعطیل حواس ظاہر است"

(قرۃ العینین ص۲۷)

"معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت فارُوق رضؓ یہ جانتے تھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر موت ضرور آئے گی۔ پس آپ کا اعتقاد آیت اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ کے خلاف نہ تھا۔ لیکن آپ کا خیال تھا کہ جو کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واقع ہوئی ہے وہ موت نہیں بلکہ حواس ظاہری کام نہیں کر رہے"

فرمایئے حضرت عمرؓ کے قول کی جو توجیہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کی اس میں آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور جو وجہ اصلاحی صاحب بیان کر رہے ہیں اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظمؓ نے بھی پیغمبرانہ شخصیت کی بزرگی ماننے میں غلطی کی۔ مقام غور ہے کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم جن کو فاروق کا لقب دیں اور جن کے بارے میں فرمایا کہ شیطان آپ کو دیکھ کر خوف کے مارے راستہ بدل لیتا ہے۔ مودودی صاحبان کو اتنی بڑی پُر جلال شخصیت پر تنقید کرنے میں کوئی خوف نہ ہو۔

سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

حضرت عثمانؓ کی توہین

دورِ جاہلیت کا حملہ: "مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جا رہا ہے اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اس کارِ عظیم کا بار رکھا گیا تھا۔ ان خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیشرووں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لیے جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا راستہ مل گیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنا سر دے کر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رُکا۔"

(تجدید واحیائے دین ص۲۳)

(ف) اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں خلافت کا بارگراں اٹھانے کی پوری اہلیت نہ تھی۔ یہ تصور حضرت عثمانؓ کی کھلی توہین ہے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت تو دوسرے خلفائے راشدین کی طرح موعودہ خلافت تھی۔ جس کا ذکر سورۂ نور کی آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ میں کیا گیا ہے۔

اس آیت میں خلافت موعودہ کی کامیابی کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اُٹھایا ہے۔ بے شک پہلے دو خلفاء کا درجہ آپ سے بڑا ہے لیکن بہ حیثیت خلیفہ آپ خلافت کی ذمہ داریاں اُٹھانے کی پوری پوری اہلیت رکھتے

تھے۔ اگر ملک میں مفسدین کی ایک پارٹی پیدا ہوگئی تو اس میں حضرت عثمانؓ پر کیا الزام آسکتا ہے۔

خلفائے راشدین کے فیصلے قانون نہیں بن سکتے

(۹) اسلامی کالوکیم (مذاکرہ) لاہور میں مقالہ پڑھتے ہوئے مودودی صاحب نے کہا:

"حتیٰ کہ خلفائے راشدین کے فیصلے بھی اسلام میں قانون نہیں قرار پاتے۔ جو انہوں نے قاضی کی حیثیت سے کیے تھے۔"

(ترجمان القرآن جنوری ۵۸ء)

حضرت خالد پر تنقید

(۱۰) ؎ "اسلام کی عاقلانہ ذہنیت غیر اسلامی جذبہ کی شرکت بھی گوارا نہیں کرسکتی۔ اور اس معاملہ میں اس قدر نفس کے میلان سے متنفر ہے۔ کہ حضرت خالد جیسے صاحب فہم انسان کو بھی اس کے حدود کی تمیز مشکل ہوگئی۔"

(ترجمان القرآن ۵۷ء ص ۲۹)

(ف) جس جرنیل اعظم کو دربارِ رسالت سے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب ملا ہے۔ اصلاحی صاحب نے اس پر بھی تنقید کا نشتر چلا ہی دیا۔

؎ مندرجہ عبارات میں نمبر ۵، ۶، ۷ اور نمبر ۱۰ (حاشیہ صفحہ ۶۷ پر ملاحظہ ہو)

حضرت سعدؓ بن عبادہ انصاری کی توہین

(۱۱) "بعض لوگ ثقیفہ بنی ساعدہ کے معاملہ کو بھی امیدواری کی نظیر میں پیش کرتے ہیں اور اس سے اس طرح استدلال فرماتے ہیں کہ گویا وہاں مختلف اشخاص منصب خلافت کے خواہشمند تھے اور ان کے درمیان انتخابی مقابلہ ہو رہا تھا۔ حالانکہ وہ بحث اس پر تھی ہی نہیں کہ امیدوار اشخاص میں سے کس کو منتخب کیا جائے اور کس کو نہ کیا جائے بلکہ اس بات پر تھی کہ خلیفہ انصار میں سے ہو یا مہاجرین قریش میں سے .... اس پورے گروہ میں صرف سعدؓ بن عبادہ ایک ایسے شخص تھے جن کے اندر امیدواری کی بُو پائی جاتی تھی۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۶) کی عبارتیں مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی کی ہیں۔ جو مودودی صاحب کے ترجمان القرآن میں شائع ہوئی تھیں۔ سابقہ ایڈیشن میں ہم نے غلطی سے مودودی صاحب کی طرف ان کو منسوب کر دیا تھا۔ لیکن اس ایڈیشن میں ان عبارتوں کی نسبت اصلاحی صاحب کی طرف کر دی گئی ہے البتہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اگر مودودی صاحب کے نزدیک یہ عبارتیں قابل اعتراض ہوتیں تو وہ ان پر ضرور تنقید کرتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کا ان عبارتوں سے اتفاق ہے واللہ اعلم (مؤلف)

صہ ۲۷

(جماعتِ اسلامی کی انتخابی جدوجہد اس کے مقاصد اور طریق کار)

(ف) مودودی صاحب کے تبصرہ میں ایک جلیل القدر صحابی حضرت سعدؓ کی نیت پر حملہ پایا جاتا ہے۔ خدا جانے مودودی صاحب نے ان کے اندر سے اُمیدواری کی بُو کیسے سُونگھ لی؟



خلافت و ملوکیت

گذشتہ اوراق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو عبارتیں درج کی گئی ہیں وہ مودودی صاحب کی متعدد تصانیف میں پھیلی ہوئی ہیں۔ گذشتہ سال انھوں نے ایک جامع کتاب "خلافت و ملوکیت" کے نام سے شائع کی ہے۔ جس میں انھوں نے اپنی خلافِ صحابہ ذہنیت کو کچھ نمایاں کر دیا ہے۔ اس کتاب کے مضامین قسط وار انھوں نے اپنے ماہنامہ ترجمان القرآن میں "خلافت سے ملوکیت تک" کے عنوان سے جون ۱۹۶۵ء سے اکتوبر ۱۹۶۵ء تک شائع کیے ہیں۔ ترجمان القرآن میں ان مضامین کے شائع ہونے پر ہی علمائے اہل السنت والجماعت نے ان کی تردید شروع کر دی تھی۔ لیکن اس کے باوجود مودودی صاحب نے جمہور مسلمانانِ اہل السنت کے جذبات کا پاس نہ کیا اور "خلافت و ملوکیت" کے نام سے اکتوبر ۱۹۶۶ء میں کتاب شائع کر دی جس کے خلاف ملک بھر میں علمائے اہل السنت نے شدید احتجاج کیا اور ملتان سُنی کنونشن منعقدہ ۱۶، اگست ۱۹۶۷ء میں قریباً پانچ سو علماء نے حکومت سے اس کتاب کی ضبطی

کا مطالعہ کیا۔ یہاں اس مختصر کتاب میں خلافت و ملوکیت پر مفصل تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ صرف بعض اقتباسات بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ جن سے اہل فہم و انصاف کو اندازہ ہو جائے گا کہ مودودی صاحب مذہب اہل السنت کے قریب ہیں یا اہل شیعہ کے واللہ الہادی۔

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور مودودی

خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں (یعنی ان دس مخصوص صحابہ میں سے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کی وساطت سے امام الانبیاء والمرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے ناموں کی تصریح کے ساتھ جنت کی بشارت سنائی ہے۔ اور حضرت عثمانؓ وہی مقبول صحابی ہیں جن کا انتقام لینے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں تقریباً چودہ سو صحابہ سے موت وجہاد کی بیعت لی۔ جن میں حضرت صدیق اکبرؓ۔ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ مرتضیٰ شیر خدا بھی تھے۔ اور حضرت عثمانؓ چونکہ مکہ میں بطور سفیر بھیجے گئے تھے۔ لہٰذا ان کی بیعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ لے لی۔ ان سب بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی

کی بشارت سنائی (سورۂ فتح)، اور یہی حضرت عثمانؓ ان چھ جلیل القدر صحابہ[1] میں سے ہیں۔ جن کے نام حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنی وفات کے وقت پیش کر کے فرمایا تھا کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنا لیا جائے۔ چنانچہ انتہائی غور و فکر کے بعد ان میں سے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ ثالث منتخب کیا گیا۔ اور حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہ نے آپ سے بیعت کر لی۔ اب آپ ایسے عظیم الشان خلیفہ راشد کے متعلق مودودی صاحب کے تصورات واوہام ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں :

(۱) "لیکن ان (یعنی حضرت عمرؓ) کے بعد جب حضرت عثمان جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے۔ انہوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کیے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدف اعتراض بن کر رہیں۔"

(خلافت وملوکیت ص۱۰۶)

اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :

"مثال کے طور پر انھوں نے افریقہ کے مال غنیمت کا پورا خمس (۵ لاکھ دینار) مروان کو بخش

---

[1] وہ چھ اصحاب یہ ہیں : حضرت عثمان۔ حضرت علی۔ حضرت طلحہ۔ حضرت زبیر۔ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دیا[1]۔"

(۲) حضرت عثمانؓ کی خلافت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

" اس سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑے دُور رس اور خطرناک نتائج کی حامل ثابت ہوئیں ۔ ایک یہ کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت معاویہؓ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور کیے رکھا۔ وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آرہے تھے ۔ حضرت عثمانؓ نے آبلہ سے سرحدِ روم تک اور الجزیرہ سے ساحل بحرابیض تک کا پورا علاقہ انکی ولایت میں جمع کر کے اپنے پورے زمانہ خلافت (۱۲) سال میں ان کو اسی صوبے پر برقرار رکھا۔"

دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سیکرٹری کی اہم پوزیشن پر مروان بن الحکم کی ماموریت تھی۔" (ص۱۱۵)

(تبصرہ) حضرت معاویہؓ پر اگر حضرت عمرؓ جیسی شخصیت نے چار سال تک مکمل اعتماد کیا تو حضرت عثمانؓ نے اگر ان کو ۱۲ سال مزید برقرار رکھا اور

[1] اس کا جواب حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی شیخ الحدیث ٹنڈو آدم (سندھ) نے اپنے رسالہ "براءۃ عثمان" اور حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری ناظم اہلسنت نے "عادلانہ دفاع" میں دیا ہے وہاں ملاحظہ کیا جائے۔

اور ان کے دائرہ اقتدار کو اور وسیع کر دیا۔ تو یہ حضرت عمرؓ کے اعتماد کی بنا پر ہی تھا۔ اور یہ ان کی پیروی ہی تھی نہ مخالفت۔ اگر بالفرض حضرت عثمانؓ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت معاویہؓ کو ہٹا دیتے تو پھر مودودی جیسے مخالفین یہ اعتراض کرتے کہ دیکھو اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی فراست اور تجربہ کے خلاف کارروائی کی ہے

جنوں کا نام خرد رکھ لیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(۳) " حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلا شبہ غلط تھا اور غلط کام بہر حال غلط ہے۔ خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔" (ص۱۱۶)

(تبصرہ) اس قسم کی غلطیاں کوئی معمولی غلطیاں نہیں سمجھی جاتیں البتہ ایسے اعتراضات کو تو "خلافت راشدہ" کو ناکام ثابت کرنے کے لیے ہی مخالفین پیش کرتے آتے ہیں۔ اگر اس قسم کے اعتراضات خود مودودی صاحب کی امارت کے سلسلہ میں پیش کیے جائیں تو کیا مودودی صاحب اور ان کی جماعت اس کو عام غلطیاں سمجھ کر برداشت کرے گی۔ ہرگز نہیں۔ حالانکہ کہاں حضرت عثمانؓ خلیفہ راشد اور کہاں مودودی صاحب اور ان کی جماعت۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اگر کوئی ناواقف مودودی صاحب کی یہ تحریرات پڑھے تو اس کو حضرت عثمان کے خلیفہ راشد ہونے میں تردد ہو جائے۔

حضرت امیر معاویہ اور مودودی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجعلہ ھادیًا مھدیًا (ترمذی شریف) "اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنادے"۔ اس میں حضرت معاویہؓ کی بہت بڑی فضیلت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اول تو آپ صحابی ہیں اور پھر آپ کے لیے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی جامع دعا فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا آپ سے صلح کر لینا اور آپ کو اس وقت کی وسیع مملکت اسلامیہ کا خلیفہ تسلیم کر لینا اور پھر امام کربلا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ۱۹ یا ۲۰ سال حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کو تسلیم کیے رکھنا اور آپ کی طرف سے سالانہ وظیفہ کا قبول کر لینا حضرت معاویہؓ

۱؎ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں، حضرت علیؓ کی وفات پا جانے اور حضرت حسنؓ کے خلافت کے ترک کر دینے کے بعد معاویہ بن ابی سفیان پر خلافت کا مقرر ہونا درست اور ثابت ہے ...... اور حضرت معاویہؓ کا خلیفہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قول سے بھی ثابت ہے الخ غنیۃ الطالبین مترجم ص۱۱۹)

کی حقانیت اور خلافت حقہ کی ایک زبردست شہادت ہے جس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو سیدا شباب اہل الجنۃ یعنی جنت کے جوانوں کے سردار حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی سیادت وعظمتِ دینی کا بھی منکر ہو۔ لیکن مودودی صاحب نے بغض معاویہ کا اظہار جن الفاظ میں کیا ہے وہ اہل شیعہ کا ہی ایک خاص ذہن ہے جس کی دائرۂ اہل السنت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ مودودی صاحب لکھتے ہیں :

(۱) "ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتی کہ مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضور کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار۔ انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا۔ اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا"۔ الخ

(صفحہ ۱۷۴)

(تبصرہ) جو کچھ ابوالاعلیٰ صاحب نے لکھا ہے کیا مسجد نبوی میں اخلاق کا یہ مظاہرہ اس دور میں سالہا سال تک برداشت کیا جا سکتا تھا اور کیا حضرت

علی شیرِ خدا کی اولاد بھی خودداری اور غیرت اور شجاعت سے نعوذ باللہ اتنی محروم ہو چکی تھی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ پر گالیوں کی بوچھاڑ خود اپنے کانوں سے سنتے اور دم نہیں مار سکتے تھے۔ کیا ابوالاعلیٰ صاحب نے حضرت علیؓ کی اولاد کی کوئی حیثیت باقی چھوڑی ہے جس پر کوئی مسلمان فخر کر سکے۔ آخر ان بہتان طرازیوں سے مقصد کیا ہے۔ کیا اس قسم کی تحریروں کے ذریعہ مودودی صاحب پاکستان میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اگر کوئی یہ پوچھے کہ اگر دورِ صحابہ کا یہ نقشہ تھا تو پھر چودہ سو سال کے بعد آج وہ افراد کہاں سے آپ کو ملیں گے۔ جن کے ذریعہ صحیح اسلامی حکومت قائم ہو سکے تو مودودی صاحب کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

(۲) "مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ رضؓ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔" (ص ۱۷۴)

(تبصرہ) :- اگر حضرت معاویہ کتاب و سنت کی صریح مخالفت کرتے رہے۔ تو حضرت حسینؓ کیوں خاموش رہے؟

(۳) زیاد بن سُمیّہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہؓ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلّم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا بیان یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت

معاویہؓ کے والد جناب ابوسفیانؓ نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اسی سے وہ حاملہ ہوئی۔ حضرت ابوسفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد انہی کے نطفہ سے ہے۔ جوان ہو کر یہ شخص اعلیٰ درجے کا مدبّر، منتظم، فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اور اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں۔ ان کے بعد حضرت معاویہ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لیے اپنے والد ماجد کی زناکاری پر شہادتیں لیں۔ اور اس کا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد انہی کا ولد الحرام ہے پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔ یہ فعل اخلاقی حیثیت سے جیسا کچھ مکروہ ہے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر قانونی حیثیت سے بھی یہ ایک صریح ناجائز فعل تھا۔ کیونکہ شریعت میں کوئی نسب زنا سے ثابت نہیں ہوتا" الخ (ص ۱۷۵)

تبصرہ : یہاں تو مودودی صاحب بغض معاویہؓ کے جوش میں اپنی عقل و خرد کو بھی جواب دے چکے ہیں۔ اس لیے کہ جس کام کو وہ خود اخلاقی اور شرعی حیثیت سے اتنا قبیح مان رہے ہیں کیا کوئی عقلمند اور صاحب انصاف آدمی یہ مان سکتا ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ پر فائز ہونے کے

بعد محض ایک شخص کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لیے حضرت معاویہؓ نے نعوذ باللہ اپنے والد ماجد حضرت ابوسفیان کی زناکاری کے گواہ لوگوں کے سامنے پیش کیے ہوں گے۔ کیا کوئی بد سے بدتر غنڈہ بھی آج اپنے والد کے متعلق ایسی کارروائی کر سکتا ہے۔ اور پھر یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ بقول مودودی زیاد جیسا مدبّر اور غیر معمولی قابلیت رکھنے والا فوجی لیڈر جو حضرت علیؓ کی صحبت میں بھی رہ چکا ہو) یہ بے غیرتی برداشت کر سکتا ہے۔ کہ ولد الحرام ثابت ہو کر بھی وہ حضرت معاویہؓ کا بھائی بننے کے لیے تیار ہو جائے۔ اگر کسی تاریخ میں ایسا لکھا ہوا بھی ہو تو مودودی صاحب کی عقل نے اس پر یقین کیسے کر لیا جو صحیح بخاری کی حدیث صحیح کو بھی اپنی عقلی کسوٹی پہ پرکھنے کے بغیر قبول نہیں کرتے اور جب جی چاہے جمہور اُمت کے فیصلوں کو بھی رد کر دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ مضمون مودودی صاحب نے اپنے ترجمان القرآن کے ستمبر کے پرچے میں شائع کیا تھا جبکہ پاکستان و ہندوستان کی جنگ زوروں پر تھی اور مسلمان موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ لیکن اس وقت یہ داعی اسلام اور مصلح اُمت ایک جلیل القدر صحابی حضرت معاویہؓ کے خلاف قلمی جہاد میں مشغول تھا۔ اور مودودیت کے حملے کا رُخ بجائے ہندوستانی فوجوں کے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس صحابہ کی طرف تھا۔ جنہوں نے اپنے دورِ سعادت میں کفار کی سلطنتوں کو

تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

مولانا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی

مشہور مؤرخ مولانا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی نے اپنی تاریخ اسلام حصہ دوم میں زیاد بن ابی سفیان کے متعلق یہ لکھا ہے کہ:۔

" زیاد کی ماں سُمیہ بن کلاب ثقفی کی لونڈی تھی۔ زیاد کے باپ کی نسبت لوگوں کو کچھ شبہ تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ سُمیہ کے ساتھ ابوسفیانؓ نے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا تھا۔ اور ابوسفیان کے نطفہ سے زیاد کی پیدائش ہوئی تھی۔ زیاد کی شکل و صورت بھی ابوسفیان سے بہت مشابہ تھی .... حضرت علی کرم اللہ وجہہ زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا یقین کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے سامنے ابی سفیان نے خود ایک موقعہ پر فاروق اعظمؓ کی مجلس میں یہ تسلیم کیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اسی لیے انہوں نے زیاد کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔" الخ (ص ۳۱/۳۲)

ایک مغالطہ

حضرت معاویہؓ اور زیاد کے متعلق مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس کے لیے بعض تاریخی کتب مثلاً استیعاب اور البدایہ والنہایہ وغیرہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ لیکن نہ ہی عربی عبارتیں پیش کی ہیں اور نہ ہی ان کا ترجمہ لکھا ہے اور ان کتابوں میں

بھی اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے جو گواہ پیش کیے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو سفیانؓ کی زناکاری کی شہادتیں دی تھیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کی شہادت دی تھی کہ زیاد حضرت ابو سفیانؓ کا بیٹا ہے نہ کہ ولد الحرام۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں لکھا ہے کہ :-

کان استلحاق معاویة فی سنة اربع واربعین۔ وشهد بذلك زیاد بن اسماء الحرمازی ومالك بن ربیعة السلولی والمنذر بن الزبیر فیما ذکر المدائنی باسانیده وزاد فی الشهود جویریة بنت ابی سفیان والمستورد بن قدامة الباهلی وابن ابی نصر الثقفی وزید بن نفیل الازدی وشعبة العلقم المازنی ورجل من بنی عمرو بن شیبان ورجل من بنی المصطلق شهدوا کلهم علی ابی سفیان ان زیاد ابنه الا المنذر فشهد انه سمع علیًا یقول اشهد ان ابا سفیان قال ذلك فخطب معاویةؓ فاستلحقه فتکلم زیاد فقال ان کان ما شهد الشهود به حقًا فالحمد للّٰہ الخ (ج ۳ ص ۴۲/۴۳)

"اور حضرت معاویہؓ نے ۴۴ھ میں زیاد کو اپنی برادری میں شامل کیا تھا۔ اور اس کی شہادت دی زیاد بن اسماء، مالک بن ربیعہ اور منذر بن زبیر نے اور مدائنی نے یہ گواہ اور لکھے ہیں۔ جویریہ بنت ابی سفیان۔ مستورد بن قدامۃ الباہلی اور ابن ابو نصر ثقفی۔ زید بن نفیل۔ شعبۃ بنی عمرو کا ایک آدمی اور بنی المصطلق کا ایک آدمی۔ اور ان سب نے اس بات کی شہادت دی تھی کہ زیاد حضرت ابو سفیان کا بیٹا ہے مگر منذر نے یہ شہادت دی تھی کہ اس نے حضرت علیؓ سے سُنا تھا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابو سفیان نے یہ کہا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے، پس حضرت معاویہ نے تقریر کی اور زیاد کو اپنا بھائی بنا لیا۔ پھر زیاد بولا اور کہا کہ گواہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے اگر یہ حق ہے تو الحمد للّٰہ" الخ

فرمایئے۔ یہ حضرت ابو سفیان کے نکاح اور زیاد کے صحیح بیٹا ہونے پر لوگوں نے شہادتیں دیں یا اس بات پر کہ زیاد ولد الحرام ہے اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان گواہوں میں ابو سفیان کی بیٹی جویریہ بھی ہیں۔ اب مودودی صاحب ہی بتائیں کہ وہ کس بات کی شہادت دے رہی ہیں۔ اور آخر میں زیاد کی تقریر نے تو مودودی بہتان کی جڑ ہی کاٹ دی۔ کیونکہ اس نے کہا کہ اگر گواہوں کی شہادت حق ہے تو الحمد للّٰہ! تو کیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گواہ تو زیاد کو ولد الحرام ثابت کر رہے ہوں اور وہ بھرے مجمع میں اس پر الحمد للّٰہ کہہ رہا ہو۔ کاش کہ مودودی صاحب محبوب خدا صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے شرف صحبت کا کچھ تو پاس کرتے؟

تاریخی روایات

مودودی صاحب نے حضرت عثمان اور حضرت معاویہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس پر تاریخی حوالہ بھی پیش کیے ہیں۔ اس سے ناواقف لوگوں کو یہ غلط فہمی

ہو جاتی ہے کہ جب تاریخوں میں ایسا لکھا ہے تو مودودی صاحب کا کیا قصور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قدیم کتب تاریخ میں مختلف باتیں اور روائتیں جمع کر دی جاتی تھیں اور مؤلفین اس امر کا التزام نہیں کرتے تھے کہ ان میں کونسی بات صحیح ہے اور کون سی غلط اسی وجہ سے تاریخوں میں متضاد روائتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ لیکن مودودی صاحب نے صرف روایات جمع نہیں کیں بلکہ ان کے نزدیک جو صحیح روایات تھیں انہی کو جمع کیا ہے۔ اسی لیے ان پر کوئی تنقید نہیں کی۔ حالانکہ وہ صحیح احادیث کو بھی بلا تنقید قبول نہیں کرتے اور اصول یہی ہے کہ انبیاء کرام یا صحابہ عظام کے بارے میں اگر کسی تاریخی کتاب یا حدیث کی روایت میں کوئی بات ان کی عظمت شان کے خلاف ہو تو اس کو رد کر دیا جائیگا۔ کیونکہ انبیاء کی عصمت اور صحابہ کرام کی عظمت وحی الٰہی یعنی قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ تو اس کے مقابلہ میں کسی تاریخی روایت کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

ستم ظریفی

حضرت معاویہؓ کے خلاف اتنا زہر اگلنے کے باوجود بھی مودودی صاحب یہ لکھ رہے ہیں کہ:

"حضرت معاویہؓ کے محامد و مناقب اپنی جگہ پر ہیں۔ ان کا شرف صحابیت بھی واجب الاحترام ہے۔ ان کی یہ خدمت بھی ناقابل انکار ہے کہ انہوں نے پھر سے دنیائے اسلام کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا اور دنیا میں اسلام کے غلبہ

کا دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا ان پر جو شخص لعن طعن کرتا ہے وہ بلاشبہ زیادتی کرتا ہے۔ لیکن ان کے غلط کام کو تو غلط کہنا ہی ہوگا۔ اسے صحیح کہنے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم اپنے صحیح و غلط کے معیار کو خطرے میں ڈال رہے ہیں"۔

(خلافت و ملوکیت ص ۱۵۳)

خدا جانے مودودی صاحب کو حضرت معاویہؓ کے محامد و مناقب ماننے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے کوئی ان سے پوچھے کہ جن حضرت معاویہ کے متعلق آپ یہ لکھ رہے ہیں کہ انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ اور زیاد جیسے فوجی لیڈر کو اپنا بھائی بنانے کے لیے نعوذ باللہ اپنے واجد ماجد کی زناکاری کو ثابت کیا اور حضرت علیؓ پر خطبہ جمعہ میں منبر رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر گالیوں کی بوچھاڑ کرتے رہے وغیرہ۔ تو اب شرف صحابیت کے احترام کا کیا مطلب؟ اور وہ صاحب محامد و مناقب اور دنیا میں اسلام کے غلبے کا دائرہ پہلے سے زیادہ وسیع کرنے والے کیسے بن گئے؟ کیا یہ تقیہ بازی کی بدترین مثال نہیں ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ مودودی صاحب ایک داعی حق ہیں۔ اسلامی نظام کے لیے ان کی جدوجہد ناقابل انکار ہے۔ دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت کا نقشہ قوم کے دل و دماغ میں بٹھا دیا ہے۔ لیکن ان کی غلطی یہ ہے کہ وہ سیاسی اغراض کے لیے کتاب و سنت کے صریح احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور اپنے کارکنوں اور عہدیداروں کو ظلم و ستم کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے کسی

سے کوئی مواخذہ نہیں کرتے۔ تو اگر ایسی تعریف وہ اپنے اور اپنی جماعت کے حق میں قبول کرلیں تو یہ مان لیا جائے گا کہ وہ دل سے حضرت معاویہ رضؓ کی مدح کر رہے ہیں ورنہ اس کو محض ایک سیاسی چال پر مبنی قرار دیا جائے گا۔

حضرت عمرو بن العاص رضؓ

فاتح مصر محسن اُمت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک ممتاز صحابی ہیں۔ لیکن مودودی صاحب نے ان کو بھی معاف نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:-

"حضرت عمرو بن العاص حقیقتاً بڑے مرتبے کے بزرگ ہیں۔ اور انہوں نے اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ البتہ ان سے یہ دو کام ایسے سرزد ہو گئے ہیں جنہیں غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے"

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ

شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان عظمت اور ان کے فضائل و مناقب کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو کتاب و سنت پر اعتماد نہ رکھے۔ گو مودودی صاحب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہر مرحلہ پر تائید کی ہے۔ اور ان کے خلاف وارد شدہ شبہات کا ازالہ کرنے کی کوشش کی ہے اور ایسا کرنا بھی چاہیے لیکن آخر کار وہ اپنے تنقیدی ذہن سے مغلوب ہو کر حضرت علی رضؓ پر بھی تنقیدی نشتر چلانے سے باز نہ رہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"حضرت علی رضؓ نے اس پورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفہ راشد کے شایانِ شان تھا البتہ

ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جا سکتی ہے۔ وہ یہ کہ جنگ جمل کے بعد انہوں نے قاتلین عثمان رضؓ کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا۔ جنگِ جمل تک وہ ان لوگوں سے بیزار تھے۔ یا دلِ ناخواستہ ان کو برداشت کر رہے تھے۔ اور ان پر گرفت کرنے کے لیے موقع کے منتظر تھے۔

.... پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو ان کے اور حضرت طلحہ رضؓ و زبیر کے درمیان ہوئی۔ اس میں حضرت طلحہ رضؓ نے ان پر الزام لگایا کہ آپ خونِ عثمان رضؓ کے ذمہ دار ہیں اور انہوں نے جواب میں فرمایا لَعَنَ اللّٰہ قتلة عثمان (عثمان رضؓ کے قاتلوں پر خدا کی لعنت) لیکن اس کے بعد بتدریج وہ لوگ ان کے ہاں تقرب حاصل کرتے گئے۔ جو حضرت عثمان رضؓ کے خلاف شورش برپا کرنے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے مالک بن حارث الاشتر اور محمد بن ابی بکر کو گورنری تک کے عہدے دے دیئے درآنحالیکہ قتل عثمان رضؓ میں ان دونوں صاحبوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت علی رضؓ کے پورے زمانہ خلافت میں ہم کو صرف یہی ایک کام ایسا نظر آتا ہے۔ جس کو غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

(ص ۱۳۶)

(تبصرہ) مودودی صاحب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جس کام

پر تنقید کی ہے کہ آپ نے قاتلین عثمانؓ اور ان کے حامیوں کو بتدریج اپنے قریب کر لیا - حتیٰ کہ مالک بن اشتر نخعی اور محمد بن ابی بکر گورنری تک کے عہدے دیدیئے - بظاہر یہ معمولی غلطی نہیں ہے کیونکہ جن صحابہ کرام نے حضرت علیؓ سے اختلاف کیا تھا حتیٰ کہ جنگ تک نوبت پہنچی - اس کا مبنی بھی یہی تھا

کہ فریق ثانی قاتلین حضرت عثمانؓ کے قصاص (بدلہ) کا مطالبہ کرتے تھے اور حضرت علیؓ حالات کی نزاکت کے پیش نظر قصاص لینے میں تاخیر فرما رہے تھے - اب مودودی صاحب ہی فرمائیں کہ استحکام کے بعد جب حضرت نے بجائے قصاص کے جس کا وعدہ بھی فرماتے رہے اُلٹا ان کو گورنر تک بنا دیا - تو اس سے تو فریق ثانی کا موقف بظاہر صحیح ثابت ہو جاتا ہے - کیا خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کا قتل کوئی معمولی سانحہ تھا کہ ان کے جانشین خلیفہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ بجائے قاتلین سے قصاص لینے کے اُلٹا ان کو ملک میں خاص اقتدار پر فائز کر رہے ہیں ایسے امور ہی تو خارجی ذہنیت کی تقویت کا باعث بنے -

مسلکِ حق

خارجی اور رافضی دونو صحابہ کرام کے مشاجرات (یعنی باہمی جھگڑوں) کے سلسلہ میں راہِ حق سے ہٹ گئے ہیں - حقیقت کو صرف اہل السنت والجماعت نے بفضلہ تعالیٰ سمجھا ہے وہ اس جنگ و جدال کی ظاہری سطح کے پیش نظر فیصلہ

نہیں کرتے بلکہ فریقین کے مقام کے پیش نظر ان کا فیصلہ یہ ہے کہ چونکہ دونو طرف صحابہ کرام کی جماعت تھی اور بالخصوص اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے مقابلہ میں تھیں اور اصحاب رسولؐ اور ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاص و تقویٰ میں چونکہ کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا - اس لیے ان اختلافات و نزاعات کو اجتہاد پر محمول کیا جائے گا - فریقین نے جو کیا اس کا منشا دین و اخلاص تھا نہ کہ نفسانیت و جاہ طلبی - ورنہ حضرت علیؓ کا قاتلین عثمانؓ کے بارے میں مذکورہ طرز عمل ایسا ہے کہ اگر شیر خدا کے عظمت مقام کا لحاظ نہ کیا جائے تو بظاہر یہ سنگین معاملہ نظر آتا ہے اس لیے خود مودودی صاحب بھی مدافعت نہیں کر سکے البتہ یہ صحیح ہے کہ حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ سے اجتہادی خطا ہو گئی (رضی اللہ عنہم) -

اُمہات المومنینؓ

قرآن مجید میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس بیویوں (ازواج مطہرات) کو مومنین کی مائیں فرمایا ہے - وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (سورہ احزاب) اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تو ان میں ایک خاص مقام حاصل ہے - آپ نہ صرف عالمہ بلکہ مجتہدہ بھی ہیں - لیکن مودودی صاحب نے اپنی اور ساری اُمت مسلمہ کی ماں کو بھی معاف نہیں کیا - چنانچہ آیت اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا

کے تحت ایک روایت کی تشریح کرتے ہوئے اُمہات المومنین حضرت
عائشہ رضؓ اور حضرت حفصہؓ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کچھ زیادہ
جری ہو گئی تھیں اور حضورؐ سے زبان درازی کرنے
لگی تھیں الخ۔"

منقول از ترجمان اسلام لاہور ۵ ار دسمبر ۶۷ء بحوالہ
(ایشیا لاہور مورخہ ۱۹ ار نومبر ۶۷ء)

فرمایئے! اللہ تعالےٰ تو بحیثیت پروردگار ہونے کے سخت الفاظ میں تنبیہ کا حق رکھتے ہیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبی اور بحیثیت خاوند ہونے کے اپنی مقدس بیویوں پر گرفت کر سکتے ہیں۔ لیکن ابوالاعلیٰ صاحب کا کیا حق ہے کہ وہ محبوب خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں اور تمام مومن اُمت کی ماؤں کے بارے میں جری ہونے اور زبان دراز ہونے کے الفاظ استعمال کریں۔ اگر مودودی صاحبان ایسے الفاظ کو ازواج مطہرات کے لیے توہین کا سبب نہیں سمجھتے تو ان کو سمجھانے کے لیے یہ بات پیش کرتا ہوں کہ مودودی صاحب کے والد مرحوم اگر اپنی زوجہ محترمہ کو اس قسم کے الفاظ سے یاد کریں تو ان کے لیے تو مناسب ہو سکتا ہے لیکن اگر خدانخواستہ مودودی صاحب ہی یہ کہیں کہ: میری والدہ ماجدہ میرے والد صاحب مرحوم کے سامنے زیادہ جری ہو جاتی تھیں اور زبان درازی کر لیا کرتی تھیں تو کیا اس کو بھی

ابوالاعلیٰ صاحب اور ان کے معتقدین برداشت کریں گے۔ اگر نہیں تو اپنی اور ساری اُمت کی ماؤں کے متعلق ان الفاظ میں ان کو کیوں توہین نظر نہیں آتی ؏

ہے یہ گنبد کی صدا جیسے کہی ویسے سُنی

سید قطب مصری

گذشتہ سال سید قطب مصری کو (اخوان المسلمون کا ایک ممتاز لیڈر تھا) حکومت مصر نے موت کی سزا دی تو مودودی جماعت نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ اور یہ عام پروپیگنڈہ پھیلا کہ ایک مفکر اور محقق اسلام شخصیت پر صدر ناصر نے بڑا ظلم کیا ہے۔ لیکن پاکستان میں جب سید قطب کی عربی کتاب "العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام" کا اُردو ترجمہ "اسلام کا نظام عدل" مودودی صاحبان نے شائع کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا یہ مفکر اسلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کا ہی منکر تھا چنانچہ سید قطب نے لکھا ہے کہ:

(۱) "لیکن دراصل یہ پہلا حادثہ نہ تھا۔ اس سے بدتر واقعہ حضرت علی کو ٹوخو کر کے ضعیف العمری کے زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بنایا جانا ہے۔ جس کے نتیجہ میں سلطنت کی کنجیاں مروان بن حکم کے قبضہ میں چلی گئیں۔"

(اسلام کا نظام عدل ص۳۳۸)

(۲) "مجھے پورا یقین ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کا دور چند سال اور باقی رہ جاتا یا شیخین کے بعد تیسرے خلیفہ حضرت علیؓ ہوتے

بلکہ اگر مسند خلافت پر آتے وقت حضرت عثمانؓ کی عمر جتنی تھی
اس سے بیس سال کم ہوتی تو بڑی حد تک اسلامی تاریخ کا
رُخ بدل جاتا" الخ (ایضاً صـ۱۳۴)

تبصرہ: (ا) یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھئے کہ آپ نے اس
بڑھاپے میں حضرت عثمانؓ کو کیوں خلیفہ مان لیا ؟

(ب) سید قطب کا یہ نظریہ قرآن حکیم کی مشہور آیت استخلاف وعد
اللہُ الذین آمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم
فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم (سورۃ نور)
کے خلاف ہے۔

" اللہ تعالےٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے۔
جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ ضرور ان کو زمین میں
خلیفہ بنائے گا" الخ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ
کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اس آیت کے وعدہ
کے مطابق تھی لہذا حضرت عثمانؓ کے خلیفہ ہونے کو بدتر واقعہ
قرار دینا در اصل اس آیت خداوندی کی مخالفت کرنا ہے۔ کیا
یہی ہے مودودی جماعت کا ممدوح مفکر اسلام اور قرآن دان جو
آیت خلافت کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ الیس منکم رجل
رشید ۔

مجدّدینِ اُمّت پر تنقید

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انّ اللہ یبعث لھذہ
الامّۃ علی رأس کل مائۃ من یجدّد لھا دینھا (اللہ تعالےٰ
اس اُمت کے لیے ہر صدی کے سرے پر ایسا شخص بھیجے گا جو اس اُمت کے
دین کی تجدید کرے گا) اس پیشگوئی کے ماتحت اُمت میں مجدّدین پیدا ہوتے
رہے ہیں۔ جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں دین کی تجدید فرمائی بدعت کی
ظلمت کو مٹایا اور سنت کی روشنی پھیلائی۔ لیکن مودودی صاحب لکھتے ہیں۔
کہ آج تک کامل مجدد پیدا نہیں ہوا۔

(۱) " تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجدّد
کامل پیدا نہیں ہوا۔ قریب تھا کہ عمر بن عبد العزیزؒ اس منصب پر
فائز ہو جاتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ان کے بعد جتنے مجدّد بھی پیدا ہوئے
ان میں سے ہر ایک نے کسی خاص شعبے یا چند شعبوں ہی میں
کام کیا۔ مجدّد کامل کا مقام ابھی تک خالی ہے۔"
(تجدید و احیائے دین چوتھا ایڈیشن صـ۲۱)

(۲) حضرت امام غزالی کی تنقیص

" امام غزالی کے تنقیدی کام

میں علمی وفکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے اور وہ تین عنوانات پر تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ ایک قسم ان نقائص کی جو حدیث کے علم میں کمزور ہونے کی وجہ سے ان کے کام میں پیدا ہوئے۔ دوسری قسم ان نقائص کی جو ان کے ذہن پر عقلیات کے غلبہ کی وجہ سے تھے اور تیسری قسم ان نقائص کی جو تصوف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہونے کی وجہ سے تھے۔"

(تجدید و احیائے دین چوتھا ایڈیشن صفحہ ۴۵)

(۳) **مجددؒ الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی کی تنقیص**

"پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وقت سے شاہ صاحب اور ان کے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا۔ اور ان کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی۔" (ایضاً صفحہ ۷۳)

(ف) نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امام غزالیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تینوں تجدید امت کی پوری صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ تو پھر مجدد کیسے ہوئے؟

تصوف کے خلاف (۴) اسی طرح یہ قالب بھی مباح ہونے کے

باوجود اس بنا پر قطعی چھوڑ دینے کے قابل ہو گیا ہے کہ اس کے لباس میں مسلمانوں کو افیون کا چسکہ لگایا گیا ہے اور اس کے قریب جاتے ہی ان مزمن مریضوں کو پھر وہی چنیا بیگم یاد آ جاتی ہے۔ جو صدیوں ان کو تھپک تھپک کر سلاتی رہی ہے۔ بیعت کا معاملہ پیش آنے کے بعد کچھ دیر نہیں لگتی کہ مریدوں میں وہ ذہنیت پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے جو مریدی کے ساتھ مختص ہو چکی ہے۔"

(ایضاً صفحہ ۱۴۴)

(ف) اگر شخصی طور پر بعض لوگ تصوف و بیعت کے معاملہ میں غلطیاں کریں تو ان کی اصلاح کی جائے گی۔ نہ یہ کہ بیعت و تصوف کے اس سلسلہ کو چھوڑ دیا جائے گا۔ جو مجددین امت نے اختیار کیا۔ اگر اسلام کے نام پر بعض لوگ غلطیاں کریں تو کیا اسلام کے قالب کو چھوڑ دیا جائے گا۔

(۵) "مسلمانوں کے اس مرض سے نہ حضرت مجدد صاحب ناواقف تھے نہ شاہ صاحب۔ دونوں کے کلام میں اس پر تنقید موجود ہے۔ مگر غالباً اس مرض کی شدت کا انہیں پورا اندازہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے ان بیماروں کو پھر وہی غذا دی۔ جو اس مرض میں مہلک ثابت ہو چکی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ دونوں کا حلقہ

پھر اسی پرانے مرض سے متاثر ہوتا چلا گیا ۔"

(تجدید و احیائے دین طبع پنجم ص۱۳۲ مطبوعہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۱ء)

(۶) (ا) "اب شاہ ولی اللہ صاحب اور مجدد سرہندی رحمہم اللہ کے دعوٰں کو لیجئے ۔ میں اس لحاظ سے بہت بدنام ہوں کہ اکابر سلف کو معصوم نہیں مانتا اور ان کے صحیح کو صحیح کہنے کے ساتھ ان کے غلط کو غلط کہہ دیتا ہوں ۔ ڈرتا ہوں کہ اس معاملہ میں کچھ صاف کہوں گا تو میری قرارداد جرم میں ایک جرم موبہ کا اور اضافہ ہو جائے گا ۔ لیکن آدمی کو دنیا کے خوف سے بڑھ کر خدا کا خوف ہونا چاہیئے اس لیے خواہ کوئی کچھ کہا کرے میں تو یہ کہنے میں باز نہیں رہ سکتا کہ ان دونوں بزرگوں کا اپنے مجدد ہونے کی خود تصریح کرنا اور بار بار کشف و الہام کے حوالہ سے اپنی باتوں کو پیش کرنا ان کے چند غلط کاموں میں سے ایک ہے ۔ اور ان کی یہی غلطیاں ہیں جنہوں نے بعد کے بہت سے کم ظرفوں کو طرح طرح کے دعوے کرنے اور اُمت میں نت نئے فتنے اٹھانے کی جرأت دلائی .... اپنے لیے خود القاب و خطابات تجویز کرنا اور دعووں کے ساتھ انہیں بیان کرنا اور اپنے مقامات کا ذکر زبان پر لانا کوئی اچھا کام نہیں ہے ۔"

(ایضاً ص۱۶۱)

(ب) "حضرت مجدد صاحب کی وفات پر کچھ زیادہ دن نہ گزرے تھے

کہ ان کے حلقہ کے لوگوں نے ان کو قیوم اوّل کا اور ان کے خلفاء کو قیوم ثانی کا خطاب عطا کر دیا ۔" (ایضاً)

(ت) فرمایئے مودودی صاحب نے کس طرح ان دو نوممتاز مجدد دین کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے ۔ کیا الہام خداوندی کی بنا پر کسی بات کا اظہار کرنا جب کہ ریا مقصود نہ ہو شرعاً مذموم ہے ۔ جبکہ وہ بزرگ مقام مجددیت پر فائز ہو چکے ہیں ۔

اگر آپ کی نظر میں وہ ایسے ہی ہیں تو ان کو مجدد آپ کیوں مانتے ہیں ؟

(ب) اگر حضرت مجدد اور ان کے خلفاء کو قیوم کہا گیا تو مودودی صاحب کے سیاسی خلفاء کو قیم جماعت کہا جاتا ہے ۔ قیوم اور قیم میں کیا فرق ہے ؟

(۷) مولانا سید احمد شہید اور مولانا شاہ اسمٰعیل شہید پر تنقید

"اگرچہ مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر ٹھیک وہی روش اختیار کی ۔ جو ابن تیمیہ نے کی تھی ۔ لیکن شاہ ولی اللہ صاحب کے لٹریچر میں تو یہ سامان موجود ہی تھا جس کا کچھ اثر شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریروں میں باقی رہا ۔ اور پیری مریدی کا سلسلہ سید صاحب کی تحریک میں چل رہا تھا ۔ اس لیے مرض صوفیت کے جراثیم سے یہ تحریک پاک نہ رہ سکی ۔" (ایضاً)

(ت) خدا جانے مودودی صاحب کو حضرت مجدد دین کے تصوف سے اتنی کیوں چڑ ہے کہ بار بار تصوف کے جراثیم کے الفاظ لکھتے ہیں

مودودی صاحب کی اپنی پاک دامنی

مودودی صاحب کے قلم سے انبیاء، صحابہ، مجددین اُمت کے نقائص و عیوب آپ کو معلوم ہوئے۔ اب آپ یہ ملاحظہ فرمائیں کہ مودودی صاحب خود کس مقام پر ہیں۔ لاہور میں منعقدہ جماعت اسلامی کی کل پاکستان چار روزہ کانفرنس (۲۵ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء) میں مودودی صاحب نے اپنی جماعت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"میں اپنے سب مخلص بھائیوں کو اطمینان دلاتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے مجھے کسی مدافعت کی حاجت نہیں ہے۔ میں کہیں خلاء میں سے یکایک نہیں آ گیا ہوں۔ اس سرزمین میں سالہا سال سے کام کر رہا ہوں۔ میرے کام سے لاکھوں آدمی براہ راست واقف ہیں۔ میری تحریریں صرف اسی ملک میں نہیں دنیا کے ایک اچھے خاصے حصے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور میرے رب کی مجھ پر یہ عنایت ہے کہ اس نے میرے دامن کو داغوں سے محفوظ رکھا ہے۔" الخ

(روزنامہ مشرق لاہور ۲۶ اکتوبر ۶۳ء)

یہ تقریر مودودی جماعت نے ٹریکٹ کی شکل میں بھی شائع کی ہے۔

(ت) اس بلند بانگ دعویٰ پر صرف یہی شعر لکھنا کافی ہے ؎

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

مودودی صاحب کا علمی پندار

(ا) میں اپنا دین معلوم کرنے کے لیے چھوٹے یا بڑے علماء کی طرف دیکھنے کا محتاج نہیں ہوں بلکہ خود خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ دین کے اصول کیا ہیں؟ اور یہ بھی تحقیق کر سکتا ہوں کہ اس ملک میں جو لوگ دین کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں وہ کسی خاص مسئلہ میں صحیح مسلک اختیار کر رہے ہیں یا غلط۔ اس لیے میں اپنی جگہ پر مجبور ہوں کہ جو کچھ قرآن و سنت سے حق پاؤں اسے حق سمجھوں بھی اور اس کا اظہار بھی کر دوں۔"

(روداد اجتماع جماعت اسلامی الہ آباد صفحہ ۴۳، ۴۴
ترجمان القرآن مئی ۴۶ء)

(ب) میں نے دین کو حال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کے بجائے ہمیشہ قرآن اور سنت ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے اس لیے میں کبھی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے۔ یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا کہ فلاں اور فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ بلکہ صرف

یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور رسولؐ نے کیا کہا ہے؟"

(ترجمان القرآن مارچ تا جون ۱۹۴۵ء ۴۵
روئیداد اجتماع جماعت اسلامی حصہ سوم ص ۳۷)

(ت) بے شک دین کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہی ہے لیکن کتاب و سنت کے سمجھنے میں ہی انسان کو ٹھوکر لگتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور چوہدری غلام احمد پرویز نے بھی کتاب و سنت کے سمجھنے میں ٹھوکر کھائی۔ اور عقائد کفریہ کے ترجمان بنے۔ اگر مودودی صاحب بھی چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں سے ماضی یا حال کے کسی عالم و مجتہد سے دین سمجھنے کے محتاج نہیں ہیں تو ان کا یقیناً یہ نظریہ ہے کہ پوری اُمت مسلمہ میں کسی نے بھی دین کو صحیح طور پر نہیں سمجھا اگر ایسا ہے تو پھر مودودی صاحب کی فہم و بصیرت پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ نعوذ باللہ جب اسلام کو آج تک کسی نے بھی پوری طرح نہیں سمجھا۔ تو ایسا نا قابل فہم دین کس لیے نازل ہوا؟

مودودی مسلک

"میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت ہی کا پابند ہوں۔" (رسائل و مسائل حصہ اول ص ۲۳۵)

کیا جماعت اسلامی معیارِ حق ہے

مودودی صاحب نے ایک مخصوص

اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"اس موقعہ پر ایک بات نہایت صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اس قسم کی ایک دعوت کہ جیسی ہماری یہ دعوت ہے کسی مسلمان قوم کے اندر اٹھنا اس کو ایک بڑی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جب تک حق کے بعض منتشر اجزاء باطل کی آمیزش کے ساتھ سامنے آتے رہتے ہیں۔ ایک مسلمان قوم کے لیے ان کو قبول نہ کرنے اور ان کا ساتھ نہ دینے کا ایک معقول سبب موجود رہتا ہے۔ اور اس کا عذر مقبول ہوتا رہتا ہے مگر جب پُورا حق بالکل بے نقاب ہو کر اپنی خالص صورت میں سامنے رکھ دیا جائے اور اس کی طرف اسلام .... کا دعویٰ رکھنے والی قوم کو دعوت دی جائے تو اس کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے۔ کہ یا تو اس کا ساتھ دے۔ اور اس خدمت کو سرانجام دینے کے لیے اُٹھ کھڑی ہو جو امت مسلمہ کی پیدائش کی اصلی غرض ہے۔ یا پھر اس کو رد کر کے ویسی پوزیشن اختیار کرے جو اس سے پہلے یہودی قوم اختیار کر چکی ہے۔ ایسی صورت میں ان دو راہوں کے سوا کسی تیسری راہ کی گنجائش اس قوم کے لیے باقی نہیں رہتی .... غیر مسلم قوم کا معاملہ اس سے

مختلف ہے۔ لیکن مسلمان اگر حق سے منہ موڑیں اور اپنے مقصد کی طرف صریح دعوت کو سُن کر اُلٹے پھر جائیں تو یہ وہ جُرم ہے جس پر خدا کسی نبی کی اُمت کو معاف نہیں کرتا۔ اب چونکہ یہ دعوت ہندوستان میں اُٹھ چکی ہے۔ اس لیے کم از کم ہندی مسلمانوں کے لیے تو آزمائش کا وہ خوفناک لمحہ آ ہی گیا ہے۔ دوسرے ممالک کے مسلمان تو ہم ان تک اپنی دعوت پہنچانے کی تیاری کر رہے ہیں اگر ہمیں اس کوشش میں کامیابی ہوگئی تو جہاں جہاں یہ پہنچے گی وہاں کے مسلمان بھی اسی آزمائش میں پڑ جائیں گے"۔

(روئداد جماعت اسلامی حصہ دوم ص۱۳)

(الف) یہاں مودُودی صاحب نے واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ جو اُن کی جماعت کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے ان کی پوزیشن وہی ہے جو یہودی قوم کی تھی۔

(ب) جماعت اسلامی کی دعوت کو قبول نہ کرنا وہ جُرم ہے۔ جس پر خدا کسی نبی کی اُمت کو معاف نہیں کرتا۔

(ج) جس ملک میں بھی یہ دعوت پہنچے گی وہاں کے مسلمانوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ اب اندازہ فرمائیں کہ مودودی صاحب اپنی جماعت کو کیا مقام دے رہے ہیں۔ کیا ایسی صورت

میں جماعت اسلامی اُمت کے لیے معیارِ حق نہیں بن جاتی؟

مرزا غلام احمد قادیانی نے اگر اپنی خانہ ساز نبوت کو تسلیم نہ کرنے والوں کو عذاب خداوندی کی خبر دی۔ تو کیا مودودی صاحب خود ساختہ جماعت اسلامی کے قبول نہ کرنے والوں کو اللہ کے عذاب سے خبردار نہیں کر رہے۔ فرمائیے! نتیجہ و انجام کے لحاظ سے قادیانی اور مودُودی دعوت میں کیا فرق ہے؟



مودودی مسائل واحکام

مودودی صاحب کے عقائد ونظریات آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب مودودی مسائل بھی ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) اضطراری حالت میں متعہ جائز ہے

مودودی صاحب سورۃ المومنون کی پہلی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"دوم یہ کہ متعہ کو مطلقاً حرام قرار دینے یا مطلقاً مباح ٹھہرانے میں سنیوں اور شیعوں کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس میں بحث ومناظرہ نے بے جا شدت پیدا کر دی ہے۔ ورنہ امر حق معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں ہے انسان کو بسا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آجاتا ہے جن میں نکاح ممکن نہیں ہوتا۔ اور وہ زنا یا متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں زنا کی بہ نسبت متعہ کر لینا بہتر ہے۔ مثلاً فرض کیجئے کہ ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے اور ایک مرد وعورت

کسی تختے پر بہتے ہوئے ایک ایسے سنسان جزیرے میں جا پہنچتے ہیں جہاں کوئی آبادی موجود نہ ہو۔ وہ ایک ساتھ رہنے پر بھی مجبور ہیں اور شرعی شرائط کے مطابق ان کے درمیان نکاح بھی ممکن نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ان کے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ باہم خود ہی ایجاب وقبول کر کے عارضی نکاح کر لیں۔ جب تک وہ آبادی میں نہ پہنچ جائیں یا آبادی ان تک پہنچ جائے۔ کم وبیش ایسی ہی اضطراری صورتیں اور بھی ہو سکتی ہیں۔ متعہ اسی قسم کی اضطراری حالتوں کے لیے ہے۔" (ترجمان القرآن اگست ۵۵ء)

(ت) مودودی صاحب نے اضطراری حالت میں متعہ کو جائز قرار دے کر اس فسق وفجور کے زمانے میں زنا کا دروازہ کھول دیا ہے اور تعجب یہ ہے کہ اس متعہ کو وہ عارضی نکاح بھی کہہ رہے ہیں۔ کیا شریعت میں بلا گواہوں کے بھی نکاح کی کوئی صورت پائی جاتی ہے؟ مودودی صاحب کے تعبیر کردہ متعہ اور زنا میں کوئی فرق نہیں ہے یہ صورت کسی شریعت میں بھی مباح نہیں قرار دی گئی ابتداء اسلام میں جس صورت کو حرام قرار نہیں دیا گیا تھا وہ دراصل نکاح موقت تھا جس میں گواہ بھی ہوتے تھے۔ اور ایجاب وقبول بھی۔ اس میں نکاح کی مدت بھی مقرر کی جاتی تھی۔ اس کو زمانہ جاہلیت میں متعہ سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ جو بعد میں شرعاً حرام قرار دے دیا گیا۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اعلان کیا۔ کہ جو اس متعہ کا ارتکاب کرے۔ اس کو زنا

ہی کی سزا دی جائے گی۔

نوٹ: علماء کرام کے اعتراض پر مودودی صاحب نے ترجمان القرآن ۱۵ر نومبر ۵۵ء میں جو جواب لکھا وہ عذرِ گناہ بدتر از گناہ ہے۔ وہاں یہ تاویل کی کہ میں نے یہ شیعوں کی اصلاح کے لیے لکھا تھا حالانکہ آپ نے "ورنہ امرِ حق معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں" کے الفاظ سے یہ مسئلہ بطور اپنی تحقیق کے لکھا تھا۔ کاش کہ مودودی صاحب صراحتاً اپنی غلطی مان لیتے۔

(۲) مسنون داڑھی کا انکار

ایک سائل کے جواب میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"میں اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں۔ جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں۔ آپ کا یہ خیال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے۔ اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوۂ رسول ہے۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عاداتِ رسول کو بعینہٖ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے جاتے رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں

کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر زور دینا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریفِ دین ہے۔ جس سے نہایت بُرے نتائج پہلے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے۔"

رسائل و مسائل حصہ اوّل صفحہ ۳۰۷، ۳۰۸ (طبع دوم)

(ف) یہاں مودودی صاحب ڈاڑھی کو عاداتِ رسول میں شمار کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کو انبیاء کی سنتوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے:

عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک (مسلم۔ ابوداؤد)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ مونچھوں کا کتروانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا اور مسواک کرنا اور موئے زیر ناف وغیرہ۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: معناہ انہا من سنن الانبیاء صلوٰۃ اللہ وسلام علیہم۔ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں۔

(ب) تمام مجتہدین و فقہائے اُمت نے ایک مشت ڈاڑھی کو سنت قرار دیا۔ لیکن ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اس کے سنت سمجھنے کو ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریفِ دین قرار دے رہے ہیں۔ اب اندازہ فرمائیں کہ مودودی صاحب کے اس بے باکانہ فتوے کی زد کہاں پڑتی ہے۔ کیا مودودی صاحب یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے کسی ایک نے ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھی ہے؟ اگر ڈاڑھی رکھنا محض خاص عادتِ نبوی یا ملکی رواج کے تحت ہوتا تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کو کیوں یہ حکم دیتے کہ قصُّوا الشوارب واعفو اللّحیٰ (الحدیث) (مونچھیں کتراؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ اعفاء اللحیہ تالیف فرمایا ہے۔ جس کے مطالعہ سے مودودی صاحب کے فتویٰ کی قلعی کھل جاتی ہے۔

(۳) حکمِ خلع میں عورت کی آزادی

شریعت نے طلاق کا اختیار مرد کو دیا ہے البتہ مجبوری کی حالت میں عورت خلع کرا سکتی ہے لیکن مودودی صاحب اس میں اتنی آزادی دیتے ہیں کہ:

"خلع کے مسئلہ میں دراصل یہ سوال قاضی کے لئے تنقیح طلب ہی نہیں کہ عورت آیا جائز ضرورت کی بناء پر

طالبِ خلع ہے یا محض نفسانی خواہشات کے لئے علیحدگی چاہتی ہے۔"

(حقوق الزوجین طبع چہارم ص۱۶)

(ت) مودودی صاحب نے یہاں عورت کو غیر مشروط طور پر خلع کی آزادی دے کر زوجین کی خانگی زندگی کو بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اس دورِ فتن میں عورت کو اتنی آزادی دینا اسلامی معاشرہ کو تباہ کرنے کے مترادف ہے کہ جب چاہے درخواست دے کر عدالت سے خلاصی حاصل کر لے اور قاضی یا جج کو اس کی وجہ پوچھنے کا بھی حق حاصل نہ ہوگا۔

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(۴) فقہائے علمائے اسلام کی توہین

"قیامت کے روز حق تعالےٰ کے سامنے ان گنہ گاروں کے ساتھ ساتھ ان کے دینی پیشوا بھی پکڑے ہوئے آئیں گے۔ اور اللہ تعالےٰ ان سے پوچھے گا کہ کیا ہم نے تم کو علم و عقل سے اس لئے سرفراز کیا تھا کہ تم اس سے کام نہ لو۔ کیا ہماری کتاب اور ہمارے نبی کی سنت تمہارے پاس اس لیے تھی کہ تم اس کو لیے بیٹھے رہو۔ اور مسلمان گمراہی میں مبتلا ہوتے رہیں ہم نے اپنے دین کو یُسر بنایا تھا۔ تم کو کیا حق تھا کہ اسے عُسر بنا دو۔ ہم نے قرآن اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم دیا تھا۔ تم پر یہ کس نے فرض کیا کہ ان دونوں

سے بڑھ کر اپنے اسلاف کی پیروی کرو۔ ہم نے ہر مشکل کا
علاج قرآن میں رکھا تھا۔ تم سے یہ کس نے کہا کہ قرآن
کو ہاتھ نہ لگاؤ اور اپنے لئے انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں
کو کافی سمجھو۔ اس بازپرس کے جواب میں امید نہیں کہ
کسی عالم دین کو کنز الدقائق اور ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین
کے دامنوں میں پناہ مل سکے گی۔ البتہ جہلاء کو یہ جواب
دہی کرنے کا یہ موقع ضرور مل جائے گا کہ رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا
سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ رَبَّنَا آتِهِمْ
ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ۝

(حقوق الزوجین ص۹۸ باب قضا شرعی کے متعلق چند
اصولی مباحث"۔
الیضاً ترجمان القرآن جون تا اگست سنہ ۴۱ء ص ۳۲۱ طبع چہارم)

(الف) یہاں تو مودودی صاحب نے فقہائے امت کے خلاف اپنے
بغض کا پورا پورا مظاہرہ کر دیا۔ اور آخر میں جو آیت اکابر دین پر چسپاں
کی ہے وہ کفار و مشرکین کے حق میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ
جب دوزخی جہنم میں جائیں گے تو اپنے بڑوں سے بیزاری کا اعلان
کرتے ہوئے کہیں گے کہ "اے ہمارے پروردگار تو ان کو دگنا عذاب
دے اور ان پر بہت بڑی لعنت بھیج"۔ استغفر اللہ! استغفر اللہ![لہ]
مودودی صاحب نے کنز الدقائق۔ ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین

نوٹ:۔ حقوق الزوجین طبع چہارم میں مودودی صاحب نے یہ آیت حذف کر دی ہے لیکن باقی عبارت یہی ہے۔

کو بڑے بڑے سرکش کفار و مشرکین کی صف میں کھڑا کر دیا۔ حالانکہ کنز الدقائق
اور ہدایہ فقہ حنفی کی وہ مقبول کتابیں ہیں جو صدیوں سے اسلامی مدارس میں پڑھائی
جاتی ہیں دار العلوم دیوبند کے نصاب میں بھی ہدایہ شریف فقہ حنفی کی
اونچے درجہ کی کتاب ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری تو وہ مجموعہ ہے جو
غازی اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے حکم سے چالیس بڑے بڑے
علماء نے مرتب کیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ
صاحب محدث دہلوی وغیرہ اکابر امت نے بھی یہی کتابیں پڑھیں۔
اور انہیں کی بنا پر فتوے دیتے رہے۔ لیکن اندازہ فرمائیں کہ
اس قسم کی مشہور و مقبول کتابوں کے مقبول مصنفین کے بارے
میں ابو الاعلیٰ مودودی کیا لکھ رہے ہیں۔ اب بھی کوئی مودودی
مذہب کو نہ سمجھے تو پھر اس کو خدا ہی سمجھ دے۔

۵۔ تقلید گناہ سے بھی شدید تر ہے

"میرے نزدیک صاحب علم آدمی
کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ
شدید تر چیز ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ اپنی تحقیق کی بنا
پر کسی ایک سکول کے طریقے اور اصول کی اتباع کرنا اور
چیز ہے۔ اور تقلید کی قسم کھا بیٹھنا بالکل دوسری چیز
اور یہی آخری چیز ہے۔ جسے میں صحیح نہیں سمجھتا"۔
(رسائل و مسائل حصہ اول ص ۲۴۴ طبع دوم)

(ف) یہاں مودودی صاحب نے کسی صاحب علم کے لئے تقلید کو گناہ سے بھی شدید تر چیز کہا ہے۔ اور گناہ سے شدید تر چیز تو کفر و شرک ہی ہے۔ تو کیا ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام مالکؒ امام احمد بن حنبلؒ کے مقلدین میں جو علماء ہوئے ہیں۔ وہ کفر و شرک کا ارتکاب کرتے رہے۔ مودودی صاحب کا یہ فتویٰ تو اکابر امت کو نعوذ باللہ کفر کے دائرہ میں کھینچ لاتا ہے۔ چنانچہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان کے تمام اکابر علماء حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی وغیرہ سب نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی ہے۔ اور محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ باوجود علم و ولایت میں اتنا درجہ پانے کے فقہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہوئے ہیں۔ اسی طرح اس دور میں اکابر علمائے دیوبند قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور محدث دوران علامہ عصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب محدث کشمیری وغیرہ سب امام اعظم ابوحنیفہ کے مقلد ہوئے ہیں کیا یہ سب حضرات اس مودودی فتوے کی زد میں نہیں آجائیں گے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ تقلید کا مطلب ہے کہ اپنے سے زیادہ علم و بصیرت والے کی تحقیق پر اعتماد کرکے

کسی فقہی مسئلہ کو مان لیا جائے۔ عموماً غیر مجتہد علماء امت کے مجتہدین کی تقلید کرتے چلے آرہے ہیں۔

۶۔ سجدۂ تلاوت بلا وضو جائز ہے

مودودی صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"اس سجدہ کے لئے جمہور انہیں شرائط کے قائل ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں۔ یعنی باوضو ہونا۔ قبلہ رخ ہونا اور نماز کی طرح سجدہ میں زمین پر سر رکھنا۔ لیکن جتنی بھی احادیث سجدہ تلاوت کے باب میں ہم کو ملی ہیں۔ ان میں کہیں ان شرطوں کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آیت سجدہ سنکر جو شخص جہاں جس حال میں ہو جھک جائے۔ خواہ باوضو ہو یا نہ ہو۔ خواہ استقبال ممکن ہو یا نہ۔ خواہ زمین پر سر رکھنے کا موقع ہو یا نہ۔ سلف میں ایسی بھی شخصیتیں ملتی ہیں جن کا عمل اس طریقہ پر تھا۔"

(تفہیم القرآن جلد دوم سورۃ اعراف ص۱۱۶)

(ف) جمہور کی تحقیق کے خلاف بلا وضو سجدہ تلاوت کا فتوے دیکر مودودی صاحب نے مسلمانوں کے لئے شریعت کو اور آسان کردیا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ سجدہ تلاوت کیا خدا کے آگے نہیں کیا جاتا۔

پھر نماز کے سجدے اور تلاوت کے سجدے میں فرق کیسا؟ اس کی تفصیل بندہ کی کتاب "تنقیدی نظر" میں ملاحظہ کی جائے جس میں ان روایات کا جواب ہے۔ جن کو مودودی صاحب نے اپنا سہارا بنایا ہے۔

۷۔ روزہ دار کے لیے طلوعِ فجر کے بعد بھی کھانا پینا جائز ہے

آیت: كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (پ۲ سورہ بقرہ) کی تفسیر میں مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"آج کل لوگ سحری اور افطار کے معاملہ میں شدتِ احتیاط کی بنا پر کچھ بے جا تشدد برتنے لگے ہیں مگر شریعت نے ان دونوں اوقات کی کوئی ایسی حد بندی نہیں کی ہے جس سے چند سیکنڈ یا چند منٹ اِدھر اُدھر ہو جانے سے آدمی کا روزہ خراب ہو جاتا ہے۔ سحری میں سیاہیٔ شب سے سپیدہ صبح کا نمودار ہونا اچھی خاصی گنجائش اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک شخص کے لئے یہ بالکل صحیح ہے کہ اگر عین طلوعِ فجر کے وقت اس کی آنکھ کھلی ہو تو وہ جلدی سے اُٹھ کر کچھ کھا پی لے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"اگر تم میں سے کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان کی

آواز آجائے تو وہ فوراً چھوڑ نہ دے بلکہ اپنی حاجت بھر کھا پی لے۔" (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۱۴۲)

(ف) مودودی صاحب نے یہاں روزے میں بھی آسانی کردی ہے۔ کہ طلوع فجر کے بعد بھی آدمی جلدی سے اُٹھ کر کچھ کھا پی سکتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ طلوع فجر کے بعد کے وقت کو تو دن کہتے ہیں۔ کیا روزہ دار کے لئے دن میں بھی کچھ کھانا پینا جائز ہے اس کی آپ کے پاس کتاب وسنت سے کوئی دلیل بھی ہے؟ مودودی صاحب نے بعد میں جو حدیث لکھی ہے اس کا مطلب غلط سمجھا ہے۔ کیونکہ جس اذان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے کی اجازت دی تھی اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وہ اذان مراد ہے جو طلوع فجر سے پہلے رات کے حصّہ میں ہی دی جاتی تھی۔ اور پھر طلوع فجر پہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اذان دیتے تھے جس کے بعد کھانا پینا ناجائز ہے خواہ چند منٹ کے لئے ہی ہو۔ اس مسئلہ کی مفصل بحث بھی "تنقیدی نظر" میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸۔ اسلامی فلم سازی

مصور لاہور نے "مودودی کا خاص انٹرویو" کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

"مولانا مودودی نے ایک خصوصی انٹرویو کے دوران ارشاد فرمایا کہ فلم سازی خلاف اسلام نہیں ہے بشرطیکہ یہ اسلام کی قائم کردہ حدود کے اندر ہو۔"

فلم اور ایکٹریس

مولانا نے ایک اور سوال کے جواب میں بتایا کہ
"کوئی ضروری نہیں کہ عورتوں کو بھی پردۂ فلم پر پیش کیا جائے۔ لیکن اگر ان کا پیش کیا جانا ناگزیر ہو تو انہیں اس طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی حدود اس سے متاثر نہ ہوں۔"

(مصوّر لاہور یکم مئی ۶۳ء)

(نقد) یہ ہیں مودودی صاحب کے ماڈرن اسلام کے آزاد نظریات سنجیدہ اور سمجھدار طبقہ جانتا ہے کہ سینما اور فلم نے اسلامی تہذیب و اخلاق کو کتنا نقصان پہنچایا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ فلموں میں خواہ اسلامی واقعات دکھلائے جائیں اس کا پارٹ ادا کرنے والے اور ہیرو تو ایکٹرز اور ایکٹریسیں ہی ہوں گی۔ پھر "پردہ فلم پر ایکٹریسوں کے مناظر کو آپ اسلامی حدود میں کیسے قائم رکھ سکیں گے؟ جو اسلام عورتوں کو پردہ کی تعلیم دیتا ہے اور ان کو اذان اور بلند آواز سے قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا تاکہ غیر محرم ان کی صورت اور آواز کے فتنہ سے بچ جائیں وہ اسلام ان کو پردۂ فلم پر لانے کی کیونکر اجازت دے سکتا ہے۔ ہاں یہ جدا بات ہے کہ مودودی صاحب اپنی جماعت اسلامی کے صالحین اور صالحات میں سے ہی ایک جماعت ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی تیار کریں جو اسلامی حدود میں فلم سازی کو کامیاب بنا سکیں اور ان کی یہ صالح فلم سازی اشاعت و ترقی اسلام کا ذریعہ بن جائے۔ واللہ الہادی

۹ — مودودی نظامِ اسلامی کی حقیقت

نام نہاد جماعت اسلامی اپنے امیر ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو اس دَور میں اقامتِ دین کا سب سے بڑا داعی سمجھتی ہے۔ اور خود مودودی صاحب کو بھی اپنے متعلق یہی خوش فہمی ہے۔ پاکستان میں "نظامِ اسلامی کا قیام" مودودی جماعت کا سب سے بڑا اور بنیادی نعرہ ہے۔ کتب اور رسائل پمفلٹوں اور اشتہاروں کے ذریعہ یہ لوگ مسلمانوں پر اپنا یہ اثر یہ ڈالنا چاہتے ہیں کہ ہماری جماعت اسلامی کے وجود کا مقصد ہی حدود شرعیہ اور اسلامی نظام کا قیام ہے۔ اس سے کم تر مقصود و مطلوب کو وہ سرے سے اسلام ہی نہیں سمجھتے۔

نماز روزہ بھی صرف ٹریننگ کورس ہیں

ان کے نزدیک نماز روزہ جیسی اہم اور مقصودی عبادتیں بھی مطلوب بالذات نہیں بلکہ ایک اور بڑی عبادت کا وسیلہ ہیں۔ چنانچہ مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"حالانکہ دراصل صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ اور ذکر و تسبیح انسان کو بڑی عبادت کے لئے مستعد کرنے والے تربیات (ٹریننگ کورس) ہیں۔"

(تفہیمات حصہ اول ص۵۶ طبع پنجم)

(ف) مودودی صاحب کا یہ نظریہ بھی غلط ہے کیونکہ حکومتِ الٰہیہ کا مقصود بھی نماز اور روزہ وغیرہ عبادات ہی ہیں۔ جیسا کہ قرآن عظیم کا ارشاد ہے:
اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰہُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَہَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (سورۃ حج ع ۶) یعنی اگر ہم ان (صحابہ کرام) کو ملک میں اقتدار دیں تو وہ نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے روک دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی نظام اور دینی اقتدار سے مقصود انہی نماز، روزہ وغیرہ عبادات کی ترویج ہے۔ یہ مقصودی عبادات ہیں نہ صرف ٹریننگ کورس۔

۱۰۔ غیر صالح سوسائٹی میں چوری اور زنا کی سزا دینا ظلم ہے

مودودی صاحب کے "اسلامی نظام" کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ان کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں:

"(د) لیکن جہاں حالات اس سے مختلف ہوں جہاں عورتوں اور مردوں کی سوسائٹی مخلوط رکھی گئی ہو۔ جہاں مدرسوں میں، دفتروں میں، کلبوں میں اور تفریح گاہوں، خلوت اور جلوت میں ہر جگہ جوان مردوں اور بنی ٹھنی عورتوں کو آزادانہ ملنے جلنے اور ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کا موقع ملتا ہو۔ جہاں ہر طرف بے شمار صنفی محرکات پھیلے ہوئے ہوں اور ازدواجی

رشتے کے بغیر خواہشات کی تسکین کے لئے ہر قسم کی سہولتیں بھی موجود ہوں۔ جہاں معیارِ اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو ایسی جگہ زنا اور قذف کی شرعی حد جاری کرنا بلاشبہ ظلم ہوگا۔"

(ب) "اسی پر حد سرقہ کو قیاس کر لیجئے کہ وہ صرف اس سوسائٹی کے لئے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی تصورات اور اصول اور قوانین پوری طرح نافذ ہوں اور جہاں یہ نظم معیشت نہ ہو وہاں چور کا ہاتھ کاٹنا دوہرا ظلم ہے۔"

(تفہیمات حصہ دوم ص۲۸۱) طبع دوم

(تبصرہ) یہاں مودودی صاحب نے غیر مہذب اور غیر صالح سوسائٹی کا بہانہ بنا کر چوری اور زنا کی شرعی سزاؤں کو ظلم اور دوہرا ظلم کہا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ مودودی صاحب کا پاکستان سے پہلے کا ہے۔ لیکن اب بھی مودودی صاحب کا یہی نظریہ ہے کہ جب تک سوسائٹی کی اصلاح نہ ہو جائے شرعی سزائیں جاری کرنا ظلم ہوگا۔ چنانچہ ایک مفتی صاحب نے مودودی صاحب سے سوال کیا کہ:

"مثلاً اگر حکومت اجرائے حدود کا قانون پاس کر دے اور جج حضرات ان قوانین کے عملی نفاذ کے مجاز ہو جائیں لیکن معاشرہ کی یہی حالت رہے جواب ہے اور اصلاح معاشرہ کے لئے کوئی قانون ہی نافذ نہ کیا جائے تو اس صورت میں شرعی ثبوت کے بعد

رجم (یعنی سنگسار کرنا) اور جلد (یعنی کوڑے لگانا) کی
سزا ظلم ہوگی یا نہ ؟

تو اس کے جواب میں مودودی صاحب نے لکھا کہ :

"اس وقت اگر کوئی مسلمان حکومت اسلام کے تمام احکام و قوانین اور اس کی ساری اصلاحی ہدایت معطل رکھ کر اس کے قوانین میں سے صرف حدود شرعیہ کو الگ نکال لے اور عدالتوں میں اس کو نافذ کرنے کا حکم دیدے تو جو قاضی یا جج کسی زانی یا سارق یا شارب خمر پر حد جاری کرنے کا حکم دے گا وہ تو ظالم نہیں ہوگا البتہ وہ حکومت ضرور ظالم ہوگی - جس نے شریعت الٰہیہ کے ایک حصے کو معطل اور دوسرے حصے کو نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ۔"

(منقول از ایشیا لاہور ۲۴ر اکتوبر ۱۹۶۳ء)

ہمارا سوال (۱) جب ان حالات میں شرعی حدود کا حکم دینے میں حکومت ظالم ہوگی تو پھر وہ جج کیوں ظالم نہیں ہوگا - جس نے حکومت کے ایک ظالمانہ حکم کی پیروی کرتے ہوئے چور اور زانی کو شرعی سزا دی ؟

(۲) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے زنا کے مرتکب یہودی مرد عورت کو رجم (سنگساری) کی سزا دی تھی - جیساکہ آپ نے سورۂ مائدہ کی بعض آیات کی تفسیر میں خود بھی واقعہ لکھا ہے (دیکھئے تفسیر تفہیم القرآن ج ۱

(سورۂ مائدہ حاشیہ صفحہ ۴۷۲/۴۷۳) حالانکہ یہودی معاشرہ اس وقت ایک بدترین معاشرہ تھا - تو باوجود اس کے جب سید الاولین والآخرین نے ان پر شرعی سزا جاری کردی تو پھر کیا آپ کی شرط کے مطابق نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ظلم تھا -

مودودی صاحب کو کون سمجھائے کہ شرعی سزائیں ہی جرائم کا انسداد کرتی ہیں اور معاشرہ کی اصلاح کا کامیاب اور موثر علاج بھی شرعی سزاؤں کا جاری کرنا ہے -

اِمام الانبیاءؑ پر ایک ناپاک الزام

(۱۱) توحید و رسالت کے سوا دوسرے اسلامی اصول میں تبدیلی ہو سکتی ہے

مودودی صاحب نے یہ لکھا ہے:

"اسلامی نظام کے اُصولوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ کہ تمام نسلی اور قبائلی امتیازات کو ختم کر کے اس برادری میں شامل ہونے والے سب لوگوں کو یکساں حقوق دیئے جائیں۔ لیکن جب پوری مملکت کی فرمانروائی کا مسئلہ سامنے آیا تو آنحضورؐ نے ہدایت دی کہ الائمۃ من القریش (امام قریش میں سے ہوں)۔ اس وقت عرب کے حالات میں کسی غیر عرب تو درکنار کسی غیر قریش کی خلافت بھی عملاً کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے حضورؐ نے خلافت کے معاملے میں مساوات کے اس عام اصول پر عمل کرنے سے صحابہ کو روک دیا۔ کیونکہ اگر عرب ہی میں حضورؐ کے بعد اسلامی نظام درہم برہم ہو جاتا تو دنیا میں اقامت دین کے فریضہ کو کون انجام دیتا؟ یہ اس بات کی صریح مثال ہے کہ ایک

اصول کو قائم کرنے پر ایسا اصرار جس سے اسی اصول کی بہ نسبت بہت زیادہ اہم دینی مقاصد کو نقصان پہنچ جائے۔ حکمت عملی ہی نہیں حکمت دین کے بھی خلاف ہے.....

مگر یہ معاملہ اسلام کے سارے اصولوں کے بارے میں صحیح نہیں ہے جن اُصولوں پر دین کی اساس قائم ہے۔ مثلاً توحید اور رسالت وغیرہ ان میں عملی مصالح کے لحاظ سے لچک پیدا کرنے کی کوئی مثال حضورؐ کی سیرت میں نہیں ملتی۔ نہ اس کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔"

(ترجمان القرآن مئی ۵۸ء بحوالہ دسمبر ۵۶ء ص ۵۰)

(ف) مودودی صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ الائمۃ من القریش (خلیفہ قریش میں سے ہوں) کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس وقت حالات ایسے تھے کہ اگر اسلامی اصول مساوات پر عمل کیا جاتا تو خلافت کامیاب نہ ہو سکتی۔ اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اُصول ترک کر دیا۔ لیکن اس سے نعوذ باللہ امام انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مقدسہ پر الزام عائد ہوتا ہے کہ جس اصول مساوات کی سالہا سال تعلیم فرماتے رہے۔ آخر میں تو خود ہی اس کے خلاف کیا۔ العیاذ باللہ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضورؐ نے یہاں اس اصول مساوات کو ترک نہیں فرمایا جس کی ساری عمر تعلیم فرماتے رہے۔ بلکہ اس وجہ سے یہ ارشاد فرمایا کہ

من جانب اللہ خلافتِ راشدہ کا انعام ان ہی حضرات کو ملنا تھا۔ جو قریش میں سے ہی تھے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت فاروق اعظم۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہم۔ سورۂ نور کی آیتِ استخلاف یعنی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کا مصداق یہی حضرات تھے اور صحابہ کرام کی ساری جماعت میں ان خلفائے اربعہ کے درجے کا بھی اور کوئی نہ تھا۔ اصول مساوات کا ترک کرنا اس وقت لازم آتا ہے جب کہ غیر قریش صحابہ میں سے دوسرے اصحاب ان قریشی خلفاء سے اہلیت خلافت میں زیادہ ہوتے ان خلفائے اربعہ کو جو خلافت عطا فرمائی گئی یہ ان کی فضیلت کی بنا پر تھی نہ صرف قریش ہونے کی بنا پر۔ مودودی صاحب کے اس غلط نظریہ کی مفصل تردید ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں بھی شائع ہو چکی ہے اور مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی پُر زور تردید کی ہے جو سالہا سال تک مودودی صاحب کے دستِ راست رہے ہے۔ لیکن آخر کار شدید نظریاتی اختلافات کی بنا پر مودودیت سے الگ ہو گئے۔

(۱۲) خانہ کعبہ کے ماحول کی توہین

بیت اللہ کے ماحول کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں:

"وہ سرزمین جہاں سے کبھی اسلام کا نور تمام عالم میں پھیلا تھا آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے۔ جس میں وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے نہ اسلامی اخلاق ہیں نہ اسلامی زندگی ہے لوگ دُور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لئے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں۔ مگر اس علاقہ میں پہنچ کر جب ہر طرف ان کو جہالت۔ گندگی۔ طمع۔ بے حیائی۔ دنیا پرستی۔ بد اخلاقی۔ بد انتظامی اور تمام باشندوں کی حالت گری ہوئی نظر آتی ہے تو ان کی توقعات کا سارا طلسم پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے حتیٰ کہ بہت سے لوگ حج کر کے اپنا ایمان بڑھانے کی بجائے اور الٹا کچھ کھو آتے ہیں۔ وہی پرانی مہنت گری اب پھر تازہ ہو گئی ہے۔ حرم کعبہ کے منتظم پھر اسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گئے ہیں۔ ...... یہ بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں کی سی حالت اس دین کے نام نہاد خدمت گذاروں اور مرکزی عبادت گاہ کے مجاوروں نے اختیار کر رکھی ہے جس نے مہنت گری کی جڑ کاٹ دی تھی۔"

(خطباتِ مودودی ص ۲۰۳/۲۰۴ ایڈیشن ہفتم)

(ف) فرمایئے مودودی صاحب نے بیت اللہ کے ماحول کا جو نقشہ کھینچا ہے اور خانہ کعبہ کے خدام کو بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "بہت سے لوگ

حج کرکے اپنا ایمان بڑھانے کی بجائے اور الٹا کچھ کھو آتے ہیں۔ اس
سے مسلمانوں کو بیت اللہ کے اس مقدس و مبارک مقام کی
زیارت کا شوق بڑھے گا یا اس خطرے سے کہ کہیں ایمان وہاں
ضائع نہ ہو جائے اس سے متنفر ہو جائیں گے۔ اگر کوئی غیر مسلم نعوذ باللہ
اس اسلامی مرکز کا یہ نقشہ کھینچتا تو اتنا مقام تعجب و افسوس نہ تھا۔
لیکن افسوس کہ اس لیڈر کے قلم سے یہ الفاظ نکلے ہیں جس کو اس
کی جماعت دورِ حاضر کا سب سے بڑا مفکرِ اسلام اور نظام اسلامی کا
بہت بڑا داعی سمجھتی ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ اب تک خطبات میں
یہ عبارت شائع ہو رہی ہے۔ اور تعجب ہے کہ مودودی صاحب نے
اب سیاسی مفاد کی خاطر سعودی عرب سے بھی اپنا رشتہ جوڑ لیا ہے۔
اور قدرت خداوندی کا یہ عجیب کرشمہ ہے کہ بیت اللہ کے مجاورین
اور خدام کو جس نے بنارس اور ہردوار کے پنڈت لکھا تھا۔
پاکستان میں "غلافِ کعبہ" کو اس کی جماعت اسلامی نے اسی طرح اپنے
سیاسی و مادی مفادات کا ذریعہ بنایا ہے۔ جس طرح بنارس اور
ہردوار کے پنڈتوں کا وطیرہ ہے۔ چنانچہ جماعت اسلامی نے یہ اعتراف
کیا ہے کہ "غلافِ کعبہ" پر عوام نے تقریباً چار ہزار روپے کی جو رقم بطور چڑھاوا
نچھاور کی تھی اس کو جماعت اسلامی کے فنڈ میں داخل کر دیا گیا ہے کیونکہ
زیارت غلاف کعبہ کے انتظام میں ان کی اتنی ہی رقم خرچ ہوئی تھی۔ ۵

۵ خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں ÷ کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

(۱۳۱) عورت کی صدارت کا مسئلہ

سیاست ملکی میں شرعاً عورت کے لئے حصہ لینا جائز ہے یا نہ اس
پر مودودی صاحب نے ۱۹۶۴ء کے صدارتی الیکشن سے پہلے پہلے متعدد
مضامین اور رسائل لکھے تھے۔ چنانچہ:

(۱) دستوری تجاویز برائے ارکان مجلس دستور ساز پاکستان صلا
اشاعت اوّل ۱۴ اگست ۱۹۵۲ء میں لکھا کہ:

"مجالس قانون ساز کی رکنیت کا حق عورتوں کو دینا مغربی
قوموں کی اندھی نقالی ہے۔ اسلام کے اصول اس کی ہرگز
اجازت نہیں دیتے۔ اسلام میں سیاست اور انتظام ملکی
کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی گئی ہے۔ یہ فرائض عورتوں کے
دائرۂ عمل سے خارج ہیں۔"

(۲) نومبر ۱۹۵۲ء میں مودودی صاحب نے ایک رسالہ "اسلامی
دستور کی بنیادیں" شائع کیا جس میں لکھا کہ:

"اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ (سورۃ النساء)" مرد
عورتوں پر حاکم ہیں۔" لن یفلح قوم ولوا امرھم
امرأۃ (بخاری) "وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو
اپنے معاملات عورتوں کے سپرد کردے"۔ یہ دونو نصوص اس

باب میں قاطع ہیں۔ کہ مملکت میں ذمہ داری کے مناصب (خواہ وہ صدارت ہو یا وزارت یا مجلس شوریٰ کی رُکنیت یا مختلف محکموں کی ادارت) عورتوں کے سپرد نہیں کئے جاسکتے اس لئے کسی اسلامی ریاست کے دستور میں عورتوں کو یہ پوزیشن دینا یا اس کے لئے گنجائش رکھنا نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ اور اطاعت خدا اور رسول کی پابندی قبول کرنے والی ریاست اس خلاف ورزی کی سرے سے مجاز ہی نہیں ہے۔" (ص۵)

اسلامی اصول کی پائمالی

انقلاب زمانہ کا نقشہ دیکھیئے کہ جس داعی حق (یعنی مودودی صاحب) نے ۵۲ء میں قرآنی آیت اور ارشاد نبویؐ کے تحت قطعی طور پر یہ ثابت کیا تھا کہ عورت کو کسی ملکی سیاست میں حصّہ لینے کی اجازت نہیں ہے وہ ۶۴ء کے صدارتی انتخاب میں مس فاطمہ جناح کی حمایت میں ملک گیر مہم چلا کر کس طرح اسلامی اصول کی علی الاعلان مخالفت کر رہا ہے۔ لیکن اس کی اسلامی جماعت کی کم فہمی، مفاد پرستی، اصول شکنی اور کورانہ تقلید کا یہ حال ہے کہ ان کے نزدیک پھر بھی ابوالاعلیٰ صاحب ایک بہت بڑے داعی حق اور مجدد وقت ہیں۔ ان پر تنقید و اعتراض کرنے والا اسلامی نظام کے قیام کا دشمن ہے۔ گویا ان کے نزدیک اسلام مودودی کے قول و فعل کا نام ہے نہ کہ اللہ اور اس کے مقدس و معصوم رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کے ارشادات و احکام کا ٭

مودودی جمہوریت

یہی تضاد مودودی صاحب کا جمہوریت کے بارے میں ہے ایک زمانہ تھا کہ مودودی صاحب جمہوریت کے سب سے بڑے دشمن تھے اور آج وہ خود ہی پاکستان میں جمہوریت کے سب سے بڑے علمبردار ہیں۔ مودودی صاحب نے قیام پاکستان سے پہلے یہ لکھا تھا کہ:

(۱) "جب تک انسانی حاکمیت کے غیر واقعی تصور کی جگہ خلافت الٰہی کا واقعی (AEALLSTIC) تصور نہ لے لیگا۔ اس وقت تک انسانی تمدن کی بگڑی ہوئی کل کبھی درست نہ ہو سکے گی۔ چاہے سرمایہ داری کی جگہ اشتراکیت قائم ہو جائے یا ڈکٹیٹر شپ کی جگہ جمہوریت متمکن ہو جائے۔ یا امپیریلزم کی جگہ قوموں کی حکومت خود اختیاری کا قاعدہ نافذ ہو جائے۔" الخ

(سیاسی کشمکش حصہ سوم بار ششم ص۴۲ سطر ۱۷)

(۲) اصولی حیثیت سے یہ بات واضح طور پر سمجھ لیجئے کہ موجودہ زمانے میں جتنے جمہوری نظام بنے ہیں (جن کی شاخ ہندستان کی موجودہ اسمبلیاں بھی ہیں) وہ اس مفروضے پر مبنی ہیں کہ باشندگان ملک اپنے دنیوی معاملات کے متعلق تمدن، سیاست، معیشت، اخلاق اور معاشرت کے اصول خود وضع کرنے

اور ان پر تفصیلی قوانین وضوابط بنانے کا حق رکھتے ہیں اور
اس قانون سازی کے لئے رائے عامہ سے بالاتر کسی سند
کی ضرورت نہیں ہے یہ نظریہ اسلام کے بالکل برعکس
ہے .... اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جو اسمبلیاں
یا پارلیمنٹیں موجودہ زمانے کے جمہوری اصول پہ مبنی ہیں۔
ان کی رکنیت حرام ہے۔ اور ان کے لئے ووٹ دینا
بھی حرام ہے۔" الخ

(رسائل ومسائل حصہ اول صفحہ ۴۵۶، ۴۵۷)

(تبصرہ) اب پاکستان میں جو اسمبلیاں ہیں کیا یہ اسلامی طریق
کے مطابق ہیں جن میں عورتیں بھی ہیں اور غیر مسلم بھی۔

(۳) ذرائع کی پاکی وناپاکی سے قطع نظر کرکے محض کامیابی کو
مقصود بالذات بنانا تو دہریوں اور کافروں کا شیوہ ہے۔
اگر مسلمان نے بھی یہی کام کیا تو اس کی خصوصیت کیا باقی
رہی؟ بلکہ یہ طریقہ اختیار کرنے کے بعد دوسری جاہل
قوموں سے الگ "مسلمان" کے جداگانہ وجود کے لئے
کون سی وجہ جواز رہ جاتی ہے۔"

(سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ سطر ۹ بار ششم)

جمہوریت کی بحالی

پاکستان سے پہلے تو مودودی صاحب نے
مندرجہ بالا نظریات کے تحت انگریزی اقتدار

سے ہندوستان کو آزاد کرانے میں بھی نہ مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور نہ کانگرس کا
کیونکہ ان کے نزدیک ان دونوں پارٹیوں کے نظریات اسلام کے خلاف
تھے لیکن قیام پاکستان کے بعد مودودی صاحب نے سال کے گرگٹوں
کی طرح اپنے نظریات واصول میں تبدیلی شروع کردی حتیٰ کہ یہ نوبت
پہنچی کہ آج وہ اور ان کی ساری پارٹی بجائے اسلامی نظام کے نعرے کے
مکمل جمہوریت کا نعرہ اپنا رہے ہیں۔ اور عوام کو یقین دلا رہے ہیں کہ
کہ جمہوریت کی بحالی کے بغیر پاکستان میں اسلام قائم نہیں ہوسکتا۔

گویا پہلے جو بات ان کے نزدیک اسلامی اصول کے تحت حرام
تھی اب وہی حلال بن گئی۔ نظریات واصول کی یہ تبدیلی اس امر
کی بین دلیل ہے کہ مودودی صاحب بجائے اسلام کے اپنا اقتدار
چاہتے ہیں۔ چنانچہ مولانا امین احسن اصلاحی نے (جو ۱۶ سال مودودی
صاحب کے ساتھی رہے ہیں) مودودی صاحب کی اس تبدیلی کے
متعلق کیا خوب لکھا ہے کہ:

"اس تبدیلی نے ان کو فکری اور عملی دونوں اعتبارات سے
اس قدر بدل دیا کہ بالآخر آہستہ آہستہ وہ ہر اُس
سوراخ میں خود گھسے جس سے دُوسروں کو نکالنے کے لئے
انہوں نے خدائی فوجدار بن کر قلم کا ڈنڈا اچھالا تھا۔ جن
چیزوں کو انہوں نے ایسے زور اور قوت کے ساتھ حرام
کیا تھا۔ ان کو حلال کیا۔ اور جن اصولوں کو مذہب قرار دیا

تھا۔ ان کو خود توڑا۔" (الفرقان لکھنؤ مئی ۱۹۵۹ء)

نتیجہ مودودی صاحب کے عقائد و نظریات، مسائل و احکام کی تفصیل واضح ہو چکی۔ اہل فہم و انصاف اس سے بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ امت محمدیہ اور سلف صالحین کے برعکس مودودی صاحب "اقامت دین" اور "نظام اسلامی" کے مقدس عنوانات سے ایک جدید مذہب کی بنیاد رکھ چکے ہیں۔ محققین علمائے عصر جنہوں نے مودودی تصانیف کا تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا ہے اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں اور انہوں نے اپنا علمی و مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے امت مسلمہ کو اس جدید فتنہ سے آگاہ کر دیا ہے۔ بطور نمونہ ہم چند اکابر علماء کے ارشادات یہاں نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔



"مودودیت"

اکابر علماء کی نظر میں

---

(۱) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا۔ "کہ میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔" (اشرف السوانح ص ۲۴ آخری جلد)

نوٹ: حضرت تھانوی قدس سرہ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جبکہ جماعتی حیثیت سے مودودی صاحب کی کوئی خاص پوزیشن نہ تھی۔"

(۲) شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں: "اب تک ہم نے مودودی صاحب اور ان کی جماعت نام نہاد جماعت اسلامی کی اصولی غلطیوں کا ذکر کیا ہے جو انتہائی درجہ میں گمراہی ہیں۔

اب ہم ان کی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کی کھلی ہوئی مخالفتوں کا ذکر کریں گے۔ جن سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ مودودی صاحب

کا کتاب وسنت کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ ہے وہ نہ کتاب کو مانتے ہیں اور نہ سنت کو مانتے ہیں۔ بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اور اسی پہ لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔"

(مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص۱۴)

(۳) شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح

مودودی صاحب نے ۱۹۴۸ء میں جہاد کشمیر کے متعلق جب یہ کہا کہ پاکستانی مسلمانوں کے لئے رضاکارانہ طور پر بھی اس میں حصہ لینا جائز نہیں ہے تو علامہ عثمانی نے ان کو تحریر فرمایا:

بعض احباب نے مجھے ترجمان القرآن کا وہ پرچہ دکھایا جس میں آپ نے کسی شخص کے خط کا جواب دیتے ہوئے جنگ کشمیر کے متعلق اپنے خیالات شرعی حیثیت سے ظاہر فرمائے ہیں۔ جنگ کشمیر کے اس نازک مرحلے پر آپ کے قلم سے یہ تحریر دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور شدید قلق بھی ہوا۔ کیونکہ میرے نزدیک اس معاملہ میں جناب سے ایسی مہلک لغزش ہوئی ہے جس سے مسلمانوں کو عظیم نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

(روزنامہ احسان لاہور
۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء)

(۵) شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

قطب زمان حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل کتاب "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب" تحریر فرمائی تھی۔ اس میں ارشاد فرمایا:

برادران اسلام! مودودی صاحب کی تحریک کو بہ نظر غور دیکھا جائے تو ان کی کتابوں سے جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مودودی صاحب ایک نیا اسلام مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور نعوذ باللہ من ذالک نیا اسلام لوگ تب ہی قبول کریں گے جب پرانے اسلام کی در و دیوار منہدم کرکے دکھا دیئے جائیں اور مسلمانوں کو اس امر کا یقین دلا دیا جائے کہ ساڑھے تیرہ سو سال کا اسلام جو تم لئے پھرتے ہو وہ ناقابل قبول۔ ناقابل روایت اور ناقابل عمل ہوگیا ہے۔ اس لئے اس نئے اسلام کو مانو اور اسی پر عمل کرو۔ جو مودودی صاحب پیش فرما رہے ہیں۔ اے اللہ! میرے دل کی دعائیں قبول فرما۔ مودودی صاحب کو ہدایت فرما اور ان کے متبعین کو بھی اس جدید اسلام سے توبہ کی توفیق عطا فرما۔ اور انہیں اپنا محمدی اسلام پھر نصیب فرما۔ آمین یا الہ العالمین ص۴

۲ - خدا جانے مودودی صاحب کو کیا ہو گیا ہے اللہ تعالےٰ
کے ہر بندے کی توہین اپنی عادت بنالی ہے اسی لئے تو
میں کہتا ہوں اور میرے دل میں اس بات کا یقین ہے کہ
اللہ تعالےٰ مودودی صاحب سے ناراض ہے اسی لئے اللہ
کے ہر مقبول بندے کی توہین بڑی دلیری سے کرتے ہیں۔

(ایضاً ص۴۳)

(۵) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ،

مہتمم دارالعلوم دیوبند

صحابہ کے معیار حق ہونے میں فرماتے ہیں:

"اندریں صورت مودودی صاحب کا دستور جماعت کی بنیادی
دفعہ میں عموم و اطلاق کے ساتھ یہ دعویٰ کرنا کہ رسول خدا کے
سوا کوئی معیار حق اور تنقید سے بالاتر نہیں ہے جس میں صحابہ
سب سے پہلے شامل ہوتے ہیں اور پھر ان پر جرح و تنقید
کا عملی پیمانہ بھی ڈال دینا حدیث رسول کا محض معارضہ ہی
نہیں بلکہ ایک حد تک خود اپنے معیار حق ہونے کا ادعا ہے
جس پر صحابہ تک کو پرکھنے کی جرأت کر لی گئی گویا جس
اصول کو شدومد سے تحریک کی بنیاد قرار دیا گیا تھا اپنے
ہی بارہ میں اسے ہی سب سے پہلے توڑ دیا گیا اور سلف و

خلف کے لئے رسولؐ کے سوا خود معیار حق بن بیٹھنے کی کوشش
کی جانے لگی۔"

(مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص۱۸)

(۶) مخدوم العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری

(خلیفہ حضرت تھانوی) مہتمم خیر المدارس ملتان

"مودودی اور اس کے متبعین کے بعض مسائل خلاف اہل
سنت والجماعت کے ہیں۔ سلف صالحین کی اتباع کے
منکر ہیں۔ لہٰذا بندہ ان کو ملحد سمجھتا ہے۔"

(۷) حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی سابق وزیر معارف قلات

"مودودی صاحب کی تحریرات پر نگاہ ڈالی۔ موصوف کے متعلق احقر
کا تاثر یہ ہے کہ آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے
اسلام سے مطمئن نہیں۔ اس لئے اس کو اپنے ڈھب پر لانا چاہتے
ہیں جس کے لئے اصلی اسلام میں ترمیم ناگزیر ہے لیکن اس کا چھپانا
بھی ضروری ہے۔ اس لئے وہ اپنی اس ترمیم کے تخریبی عمل کو انشاپردازی
اقامت دین کے نعروں۔ یورپی طرز کے پروپگنڈا کے پردوں میں چھپانے
کی کوشش کرتے ہیں۔ اس تخریبی عمل کے محرکات دو ہیں۔ نفسانی تعلّی
اور فقدان خشیت اللہ۔ اور عوام میں بھی ان دونوں بیماریوں میں مبتلا

افراد کی کمی نہیں۔ یہی باطنی ہمہ گیری دائرۂ تحریک کی توسیع کا اصلی سامان ہے۔"

(۸) اُستاذ الصلحاء حضرت مولانا نصیر الدین صاحب شیخ الحدیث غورغشتوی
خلیفہ حضرت مولانا حسین علی صاحب

"مودودی ضال اور مضل" یعنی گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔"

(۹) اُستاذ العلماء حضرت مولانا عبد الحق صاحب شیخ الحدیث
دار العلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مودودی کے عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف اور گمراہ کن ہیں۔ مسلمان اس فتنے سے بچنے کی کوشش کریں۔

"اکابر دیوبند کا متفقہ فیصلہ

دفتر جمعیت علمائے ہند دہلی میں بتاریخ یکم اگست ۱۹۵۱ء علمائے کرام کے ایک اجتماع میں مودودیت کے متعلق حسب ذیل فیصلہ صادر ہوا:

"مودودی صاحب کی جماعت اور جماعت اسلامی کے لٹریچر سے عام لوگوں پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ائمہ ہدایت کے اتباع سے آزادی اور بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے جو عوام کے لئے مہلک اور گمراہی کا باعث ہے۔ اور دین سے صحیح وابستگی رکھنے کے لئے صحابہ کرام اور اسلاف عظام سے جو تعلق رہنا چاہیئے اس میں کمی آجاتی ہے۔ نیز مودودی صاحب کی بہت سی تحقیقات جو غلط ہیں۔ اور پھر ان امور سے ایک جدید فتنہ بلکہ دین ہی کی ایک محدث اور نئے رنگ کی بنیاد پڑ جاتی ہے جو یقیناً مسلمانوں کے دین کے لئے مضر ہے۔ اس لئے ہم ان امور اور ان پر مشتمل تحریک کو غلط اور مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتے ہیں۔ اور اس سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔"

دستخط حضرات شرکائے اجتماع

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند۔ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب مہتمم مظاہر العلوم سہارنپور۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی۔ حضرت مولانا سعید احمد صاحب مفتی مظاہر العلوم سہارنپور۔ شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب دار العلوم دیوبند۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مصنف شاندار ماضی۔ (منقول

از ماہنامہ دار العلوم دیوبند ذیقعدہ ۱۳۷۰ھ ص ۴۹ ۔
روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۳/ اگست ۱۹۵۱ء)

"مودودی اتحاد العلماء"

مودودیت کے متعلق پاک و ہند کے اکابر علمائے دیوبند کے ان فیصلوں کے باوجود جو لوگ اکابر دیوبند کی عقیدت کا بھی اظہار کرتے ہیں اور مودودی صاحب کو بھی محقق اسلام اور داعیِ حق سمجھتے ہیں اور عامۃ المسلمین کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ مودودی صاحب کی جماعت پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کے قیام کا ذریعہ ہے۔ اور اکابر علمائے اسلام اور مودودی صاحب میں محض معمولی فروعی اختلافات ہیں وہ یا تو مسلک حق اور حقیقت اسلام سے بالکل ناواقف ہیں یا تلبیس و نفاق کے پردہ میں مودودیت کے جراثیم پھیلانا چاہتے ہیں اور مودودی جماعت کے بعض مولوی صاحبان جو دار العلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور سے بھی اپنا تعلق ظاہر کرتے ہیں ۔ اور "اتحاد العلماء" کے نام سے "مودودی نظریات" کی تبلیغ کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ ان کی خدمت میں ہماری گذارش یہ ہے کہ وہ جس عقیدہ اور نظریہ کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں اور جس تحریک کی تائید و

تقویت کے لئے وہ کوشاں ہیں اس میں وہ آزاد ہیں۔ لیکن ملت اسلامیہ پر رحم کرتے ہوئے اور صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے وہ یہ اعلان کر دیں کہ "مسلک دیوبند" سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے اور اکابر علمائے دیوبند کو ہم حق پر نہیں سمجھتے۔ اور نہ ہی ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔ اور نہ ہی مذہب اہل السنۃ والجماعت کو ہم من کل الوجوہ حق پر سمجھتے ہیں۔ اور مودودی صاحب کی طرح یہ بھی اعلان کر دیں کہ انبیاء کی عصمت کو ہم دوامی نہیں سمجھتے اور بعض صحابہؓ کو (العوذ باللہ) ہم مخالف کتاب و سنت سمجھتے ہیں۔ اور متعہ کو بھی اضطراری حالت میں جائز جانتے ہیں۔ اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ ہم عصمتِ انبیاءؑ عظمت و عدالت صحابہؓ اور متعہ وغیرہ عقائد و مسائل کے بارے میں مودودی صاحب سے متفق نہیں ہیں تو پھر حق بیانی سے کام لیتے ہوئے مودودی صاحب کے غلط نظریات کی بھی صاف صاف تردید کریں اور ان کو بھی اخبارات و رسائل کے ذریعہ نصیحت فرمائیں۔ جس طرح علمائے حق کے متعلق زبان و قلم سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ گومگو کی پالیسی اہل حق کا شیوہ نہیں ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اگر کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی مقدس شخصیتوں کو داغدار ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کریں تو آپ کو صدمہ نہ پہنچے بلکہ اس کو دینی خدمت قرار دیں۔ اور جب علمائے حق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع میں مودودی صاحب کی تردید کریں تو آپ کے قلوب میں اشتعال پیدا

پیدا ہو جائے۔ کیا مودودی صاحب کی عظمت آپ کے عقیدہ میں
اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے ؟

فاعتبروا یا اولی الالبصار

مودودی صاحب کے بارے میں یہ اکابر علمائے حق کے ارشادات ہیں۔ یہ وہ علماء ہیں جن کے متعلق یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ سب نے کسی غایت وغیرہ کی وجہ سے مودودی صاحب کے خلاف ایسا لکھا ہو۔ ایسے جلیل القدر علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ عامۃ المسلمین کے لئے علمائے کرام کی بصیرت وتحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے ایسے جدید فتنوں سے اجتناب ضروری ہے۔ جو مسلک سلف صالحین کے خلاف ہیں۔ اللہ تعالٰے ہم کو اور سب مسلمانوں کو صحابہ کرام اور اسلاف عظام اور اولیائے امت کی اتباع میں اسلام پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ والسلام

الاحقر: مظہر حسین غفرلہ مدنی جامع مسجد چکوال
ضلع جہلم

۴ ذی قعد ۱۳۸۷ھ م ۴ فروری ۱۹۶۸ء

ضمیمہ مودودی مذہب

دلیل نبوت صرف قرآن کا معجزہ ہے

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"قرآن مجید میں یہ بات متعدد مقامات پر بیان ہوئی ہے کہ کفار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزے کا مطالبہ کرتے تھے اور اس مطالبے کا جواب بھی قرآن میں کئی جگہ دیا گیا ہے۔ ان سب مقامات پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے سوا کوئی معجزہ دلیل نبوت کے طور پر نہیں دیا گیا۔ یہ مطلق معجزے کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ ایسے معجزے کی نفی ہے۔ جس کو اللہ اور اس کے رسول نے نبوت کی علامت اور دلیل کی حیثیت سے پیش کیا ہو۔ اور جسے دیکھ لینے کے بعد انکار کرنے سے عذاب لازم آتا ہو۔"

(رسائل ومسائل حصہ سوم ص۱۴۵۔ اشاعت اول
بحوالہ ترجمان القرآن مارچ ۱۹۵۶ء)

(تبصرہ) مودودی صاحب کا یہ نظریہ کہ قرآن کے علاوہ کوئی معجزہ دلیل نبوت کے طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔

منکرین حدیث کے نظریہ کے مطابق ہے۔ چنانچہ :

(۱) حافظ محمد اسلم جیراجپوری نے لکھا ہے : کہ

"قرآن نے تصریح کے ساتھ کہا کہ خاتم النبیین کو عقلی معجزہ قرآن کریم دیا گیا۔ جس کو اہل بصیرت قیامت تک دیکھ سکتے ہیں نہ کہ دیگر انبیاء کی طرح حسی معجزہ"

(مقام حدیث اول ص۱۷۹)

(۲) چوہدری غلام احمد پرویز نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ :

"گذشتہ صفحات میں جو تصریحات آپ کے سامنے آچکی ہیں۔ ان سے یہ حقیقت واضح ہو گئی ہو گی کہ قرآن کریم نے کس شدت اور تکرار سے اس کی صراحت فرمادی کہ نبی اکرم کو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا۔ اور حضور کا معجزہ صرف قرآن ہی ہے"۔

(معارف القرآن جلد ۴ ص۴۲۹)

مودودی صاحب کو یہ حقیقت کون سمجھائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزہ دلیل نبوت کے طور پر ہی دیا جاتا ہے۔ ورنہ معجزہ ظاہر کرنے سے کیا فائدہ ؟ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

"وجہ دلالۃ المعجزۃ علی صدق الرسل ان کل ما عجز عنہ البشر لم یکن الا فعلاً للہ تعالیٰ فمہما کان مقروناً بتحدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینزل منزلۃ قولہ صدقت"

(احیاء العلوم جلد اول ص۹۷)۔

(یعنی معجزہ اس لئے انبیاء کی صداقت کی دلیل ہوتا ہے کہ جس فعل سے انسان عاجز ہو جائیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی فعل ہو سکتا ہے اور جب اس کے ساتھ نبی کی تحدی (چیلنج) شامل ہو جائے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ تو سچا ہے"۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ تحدی یعنی چیلنج کے لئے صرف نبی کا دعویٰ رسالت ہی کافی ہے۔ اس کی تشریح معجزہ شق القمر میں آرہی ہے۔

(ب) مندرجہ عبارت میں مودودی صاحب کا یہ بھی لکھ دینا کہ :

"جسے دیکھ لینے کے بعد انکار کرنے سے عذاب لازم آتا ہو تلبیس پر مبنی ہے۔ کیونکہ ہر معجزہ کے انکار کے بعد عذاب آخرت لازم آتا ہے۔ اگر کوئی اسی انکار پر مر جائے۔ اور اگر دنیوی عذاب مراد ہے تو وہ قرآن کا انکار کرنے والوں کے لئے بھی لازم نہیں ہے۔

(ج) یہاں مودودی صاحب سے ہمارا یہ سوال ہے کہ اگر قرآن کے علاوہ دوسرے معجزات بطور دلیل نبوت نہیں دیئے گئے تو ان کے ظاہر کرنے میں کیا حکمت تھی۔

معجزہ شق القمر کا انکار

مودودی صاحب انشقاق القمر (چاند پھٹنے) کا واقعہ تو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ نہیں مانتے۔ چنانچہ سورۃ القمر کی آیت اقتربت الساعۃ وانشق القمر کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

"تمام روایات کو جمع کرنے سے اس کی جو تفصیلات معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ ہجرت سے تقریباً ۵ سال پہلے کا واقعہ ہے۔ قمری مہینے کی چودھویں شب تھی۔ چاند ابھی ابھی طلوع ہوا تھا کہ یکایک وہ پھٹا اور اس کا ایک ٹکڑا سامنے کی پہاڑی کے ایک طرف اور دوسرا ٹکڑا دوسری طرف نظر آیا۔ یہ کیفیت بس ایک ہی لحظہ رہی اور پھر دونوں ٹکڑے باہم جڑ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منیٰ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا دیکھو اور گواہ رہو۔ کفار نے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم پر جادو کردیا تھا اس لئے ہماری آنکھوں نے دھوکا کھایا۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس واقعہ کی حقیقی نوعیت کیا تھی؟ کیا یہ ایک معجزہ تھا جو کفار مکہ کے مطالبہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت کے ثبوت میں دکھایا تھا؟ یا یہ ایک حادثہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چاند میں پیش آیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس کی طرف توجہ صرف اس غرض کے لئے دلائی کہ یہ امکان قیامت اور قرب قیامت کی ایک نشانی ہے۔ علمائے اسلام کا ایک بڑا گروہ اسے

حضور کے معجزات میں شمار کرتا ہے۔ اور ان کا خیال یہ ہے کہ کفار کے مطالبہ پر یہ معجزہ دکھایا گیا تھا۔ لیکن اس رائے کا مدار صرف بعض ان روایات پر ہے جو حضرت انس سے مروی ہیں۔ ان کے سوا کسی صحابی نے بھی یہ بات بیان نہیں کی۔ . . . . . سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن مجید خود بھی اس واقعہ کو رسالت محمدی کی نہیں بلکہ قرب قیامت کی نشانی کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ البتہ یہ اس لحاظ سے حضور کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ضرور تھا کہ آپ نے قیامت کے آنے کی جو خبریں لوگوں کو دی تھیں یہ واقعہ اس کی تصدیق کر رہا تھا۔

(ترجمان القرآن مئی ۱۹۶۶ء ص ۲۲)

(تبصرہ) (۱) مندرجہ عبارت میں مودودی صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ نہ تھا۔ اور یہ مانتے ہوئے کہ علمائے اسلام کا ایک بڑا گروہ اسے حضور کے معجزات میں شمار کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ناقابل اعتبار قرار دے دیا۔ محض اس لئے کہ وہ اس وقت بچے تھے۔ لیکن قابل غور یہ بات ہے کہ جوان ہو کر حضرت انس رضی اللہ نے بلا ثبوت یہ کیوں فرمادیا کہ مشرکین کے سوال پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ معجزہ دکھایا تھا۔ یہ کوئی قیاسی بات تو ہے نہیں۔ حضرت انس دس سال نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے

خادم خاص رہے ہیں انہوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابن مسعود وغیرہ ان صحابہ کرام سے یہ بات سُنی ہوگی۔ جو اس واقعہ کا مشاہدہ کرنے والے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب کا عنوان ہی یہ لکھا ہے:

"سوال المشرکین ان یریھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ فاراھم انشقاق القمر" یعنی مشرکین کے سوال پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے معجزہ دکھایا تھا)۔

(ب) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں اِشْهَدُوا اِشْهَدُوا (گواہ رہو۔ گواہ رہو) کے یہ الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اس معجزہ پر مشرکین مکہ کو گواہ بنا رہے ہیں۔ اور پہلے وہ اس کا مطالبہ کر چکے تھے۔ ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اشھدوا اشھدوا کے ساتھ یہ بھی تصریح فرما دیتے کہ یہ قرب وقوع قیامت کی دلیل ہے۔

(ج) اس واقعہ کو قرب قیامت کی نشانی ماننے سے بھی اس کے معجزہ ہونے کی نفی لازم نہیں آتی۔ نبی کریم خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تشریف آوری بھی تو قرب قیامت کی ایک بڑی علامت ہے۔ اور تعجب ہے کہ خود مودودی صاحب اس خارق عادت عظیم الشان واقعہ کو حضورؐ کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت تسلیم کر رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کو معجزہ قرار نہیں دیتے۔

(د) سائنس کی حیرت انگیز ترقیات کے اس دور میں جبکہ امریکی خلاباز دو مرتبہ چاند میں اُتر چکے ہیں اور اس کی مٹی اور پتھر بھی زمین پر لا چکے ہیں۔ دورِ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کفار کے سامنے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا۔ اور کفار کی طرف سے اس کو حضور کا جادو تسلیم کرنا۔ اور حضور کا ان کو اس پر گواہ بنانا ان سب باتوں کے تسلیم کرنے کے باوجود جو شخص اس کو معجزہ محمدی نہیں مانتا وہ یا تو بہت زیادہ کوتاہ بین اور کم عقل ہے اور یا وہ الحاد و زندقہ کا مریض ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح جادوگروں کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عصا (لاٹھی کا سانپ بن جانا) اور ماہر طبیبوں کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزۂ احیاء موتیٰ (مُردے زندہ کرنا) عطا کیا گیا تھا۔ اسی طرح امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کے علاوہ معراج سماوی اور شق القمر (چاند ٹکڑے کرنے) کے معجزات بھی عطا فرمائے گئے تاکہ قیامت تک کے سائنسدان باوجود محیر العقول ترقیات کے معجزات محمدیہ کے سامنے عاجز رہ جائیں۔ اگر آج امریکی کفار چاند میں اُتر کر اس کی مٹی اور پتھر اپنے ساتھ زمین پر لے آئے ہیں تو کیا ہوا۔ آج سے صدیوں پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے چاند کو دو ٹکڑے کر کے زمین پر بھیج دیا تھا اور قیامت تک کے تمام سائنسدان ایسا کرنے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عاجز ہیں واللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

علمائے اُمّت کا عقیدہ

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وقد کان ھذا فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد فی الاحادیث المتواترۃ الصحیحۃ .... وھذا امر متفق علیہ بین العلماء ان انشقاق القمر قد وقع فی زمان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہ کان احدی المعجزات الباھرات"۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۲۶۴)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹنے کا یہ واقعہ صحیح متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ .... اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ کہ یہ واقعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا ہے اور یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے روشن ترین معجزات میں سے ایک معجزہ تھا) اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ معجزہ کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ پیغمبر کفار کو زبان سے چیلنج دیں بلکہ اس کے لئے دعویٰ رسالت ہی کافی ہے۔ چنانچہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ معجزہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تصریح فرماتے ہیں کہ:

"لیس الشرط الاقتران بالتحدی بمعنی طلب الاتیان بالمثل الذی ھو المعنی الحقیقی للتحدی وانما المراد انہ یکفی دعوی الرسالۃ"۔

(الیواقیت والجواہر جلد اول)

یعنی معجزہ کے ساتھ تحدی (چیلنج) اپنے حقیقی معنی میں ضروری نہیں ہے کہ کفار سے یہ کہا جائے کہ تم بھی ایسا کر دکھاؤ بلکہ تحدّی (یعنی چیلنج) کے لئے صرف پیغمبر کا دعوی رسالت ہی کافی ہے) معجزہ کی اس تعریف کی بنا پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ دور رسالت میں چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا حضور خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان معجزہ تھا۔

لاہوری مرزائی کافر نہیں

جمہور علمائے اسلام کا اجماعی فتویٰ ہے کہ قادیانی مرزائی جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور لاہوری مرزائی جو مرزا قادیانی کو نبی تو نہیں مانتے مگر مجدد مانتے ہیں دونو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بوجہ دعوی نبوت کے کافر ماننا ضروری ہے۔ چہ جائیکہ اس کو مجدد اور مصلح تسلیم کیا جائے۔ لیکن مودودی صاحب لاہوری مرزائیوں کو کافر نہیں مانتے۔ چنانچہ ایک خط کے جواب میں مودودی صاحب کی ہدایت کے مطابق ملک غلام علی صاحب نے ۲۹/۱/۶۸ کو یہ لکھا ہے کہ:

آپ کا خط ملا۔ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ہے یہ نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل براءت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جا سکے نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار ہی کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جا سکے۔

(دستخط) خاکسار غلام علی معاون خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔ (دستخط) ابوالاعلیٰ مودودی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جماعت اسلامی پاکستان

فون نمبر ۲۵۰۷۰

۵-اے ذیلدار پارک، اچھرہ لاہور

حوالہ 227

تاریخ 12.9.1.68

محترمی و مکرمی   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ مرزائیوں کی لاھوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ھے۔ یہ نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل برائت ھی ظاھر کرتی ھے کہ اس کے افراد کو مسلمان گرار دیا جا سکے۔ نہ اس کی نبوت کا صاف انکار ھی کرتی ھے کہ اس کی تکفیر کی جا سکے۔

خاکسار

[illegible]

معاون خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ھدایات کے مطابق ھے

ابوالاعلیٰ

(تنبیہ ۲) (ا) لاہوری مرزائی پارٹی کا لٹریچر بھی موجود ہے۔ غیر ممالک میں ان کے مشن بھی قائم ہیں۔ مرزا قادیانی کی مجددیت پر وہ دلائل بھی پیش کرتے ہیں اگرچہ وہ غلط ہیں۔ برعکس اس کے کتاب و سنت کی روشنی میں ایک مدعی نبوت کو دجال۔ کذاب اور کافر ماننا بھی ضروری ہے پھر تعجب ہے کہ مودودی صاحب اس پارٹی کی تکفیر میں متردد ہیں۔

(ب) ابوالاعلیٰ صاحب کا یہ عقیدہ کہ لاہوری مرزائی نہ کافر ہیں اور نہ مسلمان۔ اہل السنت والجماعت کے بالکل خلاف اور معتزلہ کے موافق ہے۔ کیونکہ اہل سنت کفر اور ایمان کے مابین کوئی درجہ اور واسطہ نہیں مانتے۔ اور معتزلہ درمیانی درجہ تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ خود مودودی صاحب نے معتزلہ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ:

"خوارج اور مرجیہ کے درمیان کفر و ایمان کے معاملہ میں جو جدال برپا تھا اس میں انھوں نے اپنا فیصلہ یہ دیا کہ گناہ گار مسلمان نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ بیچ کی ایک حالت پر ہے۔"

(خلافت و ملوکیت ص۲۱۹ اشاعت اوّل اکتوبر ۱۹۶۶ء)

(ج) اگر پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم ہو جائے تو مودودی صاحب لاہوری پارٹی کو مسلم اکثریت اور غیر مسلم اقلیت میں سے کس کھاتہ میں درج کریں گے؟

قادیانی پارٹی کیلئے چور دروازہ

قادیانی پارٹی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتی ہے اور اس بنا پر

علمائے اُمت کا ان کی تکفیر پر اجماع ہے۔ لیکن مودودی صاحب نے اپنی جماعت اسلامی کے منشور میں ان کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے ایک چور دروازہ نکال لیا ہے۔ چنانچہ "آئینی اصلاحات" کے عنوان کے تحت دفعہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ:

"جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی مانتے ہوں اور اس کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر قرار دیتے ہوں انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کیونکہ ان کو مسلمان تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ پاکستان کے مسلمان غیر مسلم اکثریت ہیں۔"

(مودودی منشور ص ۱۳)

(تبصرہ) یہاں بھی مودودی صاحب نے تلبیس سے کام لیا ہے اور یہ قید لگا کر کہ:

"اس کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں"

قادیانی فرقہ کے لئے (باوجودیکہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں) اسلام میں داخل کرنے کی گنجائش نکال لی ہے۔ کیونکہ اگر قادیانی مرزائی یہ تسلیم کرلیں کہ وہ مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر نہیں قرار دیتے (جیسا کہ ۱۹۵۳ء کی تاریخی تحریک ختم نبوت کے بعد تحقیقاتی عدالت میں مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی نے کھل کر اپنے بیان میں یہ تسلیم کر لیا تھا)، تو مودودی صاحب کی مندرجہ عبارت کے تحت وہ مسلمانوں میں ہی شمار ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ مرزا قادیانی کو نبی ماننے

کی بنا پر کافر ہیں خواہ وہ مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو مسلمان ہی تسلیم کر لیں۔

لاہوری مرزائیوں کا شکریہ

لاہوری پارٹی نے اپنے ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء میں مودودی صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"مودودی صاحب نے جن لوگوں کو اپنے منشور میں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا ذکر کیا ہے وہ اپنے عقائد کی وجہ سے (کہ حضرت مرزا صاحب کو نبی اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں) اس کے مستحق قرار دیئے گئے۔ اور یہ امر موجب خوشی ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور اس شق میں شامل نہیں ہو سکتی۔ اس بارے میں مودودی صاحب کا رویہ قابل تعریف ہے۔"

(بحوالہ ہفت روزہ شہاب لاہور ۹ اپریل ۱۹۷۰ء)

یہ ہے مودودی صاحب کا وہ سیاسی اسلام جس کے اصول حکمت عملی کے تحت بدلتے رہتے ہیں اور ان کے اسلام میں ایمان و کفر کی کوئی جامع و مانع تعریف نہیں ہے۔ جس کی بنا پر کفر و اسلام کی حدود کی تعیین کی جاسکے۔ مودودی صاحب اور ان کے اندھے مقلدین اس بات سے بہت برافروختہ ہوتے ہیں۔ کہ علمائے حق ان کو اہل سنت

والجماعت میں شمار نہیں کرتے۔ لیکن ان کے عقیدہ کی خرابی اسی موقف سے معلوم ہو سکتی ہے جو انہوں نے قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے متعلق اختیار کیا ہے۔

اسلامی منشور اور مودودی منشور میں فرق

علاوہ ازیں ان کے اہل السنت ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے منشور میں اہل السنت والجماعت کا لفظ تک نہیں لکھا۔ حالانکہ پاکستان میں مسلمانانِ اہل سنت کو تقریباً ۹۸ فی صد عظیم اکثریت حاصل ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر جمعیت علمائے اسلام نے اپنے "اسلامی منشور" میں اہل السنت کے تحفظ کے لئے "نظام حکومت" کے عنوان کے تحت دفعہ نمبر ۲ میں یہ تصریح کر دی ہے کہ:

"صدر مملکت کا مسلمان ہونا اور پاکستان کی ۹۸ فی صد مسلمان اکثریت اہل سنت کا ہم مسلک ہونا ضروری ہوگا۔"

(ب) مودودی منشور میں گو حکومت پاکستان کا مقصد ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ کہ:

"قرآن و سنت کے اتباع کی پابند اور خلافت راشدہ کے نمونے کی پیرو ہو۔ جس میں اسلام کے اصول و احکام پوری طرح کارفرما ہوں گے۔"

لیکن خلافت راشدہ کو انہوں نے بطور حجت و معیار (کسوٹی) تسلیم نہیں کیا۔ اور "خلافت و ملوکیت" کا مصنف خلفائے راشدین کو بالخصوص خلیفہ ثالث حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کو حجت و معیار حق تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس نے یہ تصریح کر دی ہے کہ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں ملوکیت شامل ہو گئی تھی۔ اور نعوذ باللہ حضرت عثمان کی پالیسی خطرناک اور فتنہ انگیز ثابت ہوئی۔ لیکن برعکس اس کے جمعیت علمائے اسلام کے اسلامی منشور میں دفعہ ۵ کے تحت یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ:

"خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادوارِ حکومت و آثار کو اسلامی نظامِ حکومت کے جزئیات متعین کرنے کے لئے معیار قرار دیا جائے گا۔"

نیز مسلمان کی قانونی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ:

"وہ قرآن و حدیث پر ایمان رکھتے ہوئے ان کو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و اسلاف رحمہم اللہ اجمعین کی تشریحات کی روشنی میں حجت سمجھے۔ اور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کسی نبوت کا اور نہ کسی (نئی) شریعت کا قائل ہو۔"

اور خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو معیارِ حق اور حجت ماننا اس لئے ضروری ہے۔ تاکہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مراد معلوم ہو سکے۔ ورنہ قرآن و سنت کے نام سے اسلام میں ملحدین زمانہ ہر قسم کا الحاد و زندقہ داخل کر سکتے ہیں۔ خود رسول اعظم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مَا اَنَا عَلَیْہِ

دا صحابی کی کسوٹی عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ " آخرت میں نجات پانے والا وہی ایک گروہ ہوگا جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر چلنے والا ہوگا۔"

(مشکوٰۃ شریف)

ایصال ثواب گنہگاروں کے لئے نہیں

اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ میّت کو نفلی عبادات اور صدقات وغیرہ کا ثواب پہنچایا جا سکتا ہے۔ اور عالم برزخ (قبر) میں اس کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ میّت خواہ نیک ہو یا گنہگار۔ چنانچہ رد المحتار شامی جلد اوّل باب صلوٰۃ الجنائز میں یہ لکھا ہے کہ:

" ویقرء یٰسٓ لما ورد من دخل المقابر فقرأ یٰسٓ خفف اللہ عنھم یومئذ الخ : (اور سورۃ یٰسٓ پڑھے۔ کیونکہ (حدیث میں) وارد ہے کہ جو شخص قبرستان میں داخل ہو اور سورۃ یٰسٓ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتے ہیں۔" لیکن مودودی صاحب نے سورۃ النجم کی آیت لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے تحت یہ لکھا ہے کہ:

" جو لوگ اللہ کے ہاں صالحین کی حیثیت سے مہمان ہیں۔ ان کو تو ثواب کا ھدیہ یقیناً پہنچے گا۔ مگر جو وہاں مجرم کی حیثیت سے حوالات میں بند ہیں انہیں کوئی ثواب پہنچنا متوقع نہیں ہے۔ اللہ کے مہمانوں کو ھدیہ تو پہنچ سکتا ہے۔ مگر

امید نہیں کہ اللہ کے مجرم کو تحفہ پہنچ سکے۔ اس کے لئے اگر کوئی شخص کسی غلط فہمی کی بنا پر ایصال ثواب کرے گا تو اس کا ثواب ضائع نہ ہوگا۔ بلکہ مجرم کو پہنچنے کے بجائے اصل عامل ہی کی طرف لوٹ آئے گا جیسے منی آرڈر اگر مرسل الیہ کو نہ پہنچے تو مرسل کو واپس مل جاتا ہے۔"

(ترجمان القرآن۔ فروری ۱۹۶۷ء ص ۲۷)

الجواب: (ا) یہ مودودی صاحب کا صرف اپنا قیاس ہے کہ مجرم کو ہدیہ نہیں پہنچتا! ان پر لازم تھا کہ کتاب وسنت سے کوئی دلیل پیش کرتے اور اگر وہ آیت لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی سے اس بنا پر استدلال کریں کہ انسان کو نفع صرف اپنی کوشش سے ملتا ہے تو پھر مجرمین اور صالحین دونوں کو ایصال ثواب کا نفع نہیں ملنا چاہیئے۔

(ب) عالم برزخ (قبر) میں مودودی شریعت نافذ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمتِ واسعہ کے تحت دار العمل ختم ہونے کے بعد بھی زندوں کی طرف سے اموات کے لئے نفلی عبادات کا ثواب پہنچنے کی رعایت فرما دی ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں مودودی صاحب کا نظریہ سرمایہ دارانہ ذہنیت پر مبنی ہے کہ جو پہلے ہی سرمایہ دار ہے اس کے سرمایہ میں تو اضافہ جائز ہے مگر تنگدست اور مفلس کسی امداد کا حقدار نہیں ہے حالانکہ بہ نسبت صالحین کے عالم برزخ میں گنہگار مسلمان ایصال ثواب کے زیادہ محتاج ہیں اور اسی بنا پر کتاب وسنت میں اموات کے لئے دعائے

مغفرت ثابت ہے۔ اگر مودودی صاحب کا قیاس صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر مُردوں کے لئے دُعا بھی مفید نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ دُعا بھی زندوں کی طرف سے ایک تحفہ ہے۔ اور اگر مودودی قیاس کو وسعت دی جائے تو پھر نماز جنازہ بھی گناہگار مسلمانوں کے لئے مفید نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ موت کے بعد تو وہ عالم برزخ میں حوالاتی بن جاتے ہیں۔

(ج) اور خود مودودی صاحب نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ایصالِ ثواب کی نوعیت محض ایک دعا کی ہے۔ چنانچہ ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ:

"رہی یہ بات کہ ایصال ثواب کا میت کے لئے نافع ہونا یا نہ ہونا اللہ کی مرضی پر موقوف ہے۔ تو اس کا سبب در اصل یہ ہے کہ ایصال ثواب کی نوعیت محض ایک دُعا کی ہے۔ یعنی ہم اللہ سے یہ دُعا کرتے ہیں کہ یہ نیک عمل جو ہم نے تیری رضا کے لئے کیا ہے اس کا ثواب فلاں مرحوم کو دیا جائے۔ اس دعا کی حیثیت ہماری دوسری دعاؤں سے مختلف نہیں ہے۔ اور ہماری سب دعائیں اللہ کی مرضی پر موقوف ہیں۔"

(ترجمان القرآن فروری ۱۹۶۱ء
رسائل مسائل ص ۴۶)

مودودی صاحب کی یہ تشریح بھی ان کے اس نظریہ کی تردید کر رہی ہے۔ کہ:-

"امید نہیں کہ اللہ کے مجرم کو تحفہ پہنچ سکے۔" کیونکہ

مومن گناہ گار و مجرم کے لئے دعائے مغفرت کرنا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ اور قبرستان میں بھی تمام مسلمان اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت سنت ہے۔ اس میں صالح اور مجرم کا کوئی فرق نہیں۔ چنانچہ حدیث میں دعا کے یہ الفاظ ہیں: السلام علیکم یا اَھْلَ القُبُور یَغْفِرُ اللہُ لنا وَلکُم اَنْتُمْ سَلَفُنا وَنَحنُ بالاثر (اے اہل قبور! تم پر سلام ہو۔ اللہ تمہیں بھی اور ہمیں بھی بخشے۔ تم ہم سے پہلے چلے گئے ہو اور ہم بعد میں آنے والے ہیں) (مشکوٰۃ شریف)

البتہ کفار و مشرکین کے لئے ان کے مرنے کے بعد دعائے مغفرت ناجائز اور ممنوع ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ (پ ۱۱۔ سورۃ توبہ رکوع ۱۴) (پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور دُوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دُعا مانگیں۔ اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اس امر کے ظاہر ہونے کے بعد کہ وہ دوزخی ہیں)"

(ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ)

(حاشیہ ص ۱۵۵) جمعیت علمائے اسلام کا اسلامی منشور مجموعی حیثیت سے ایک صحیح اور جامع دستاویز ہے اور بندہ نے جمعیت سے جو استعفی دیا ہے اس کی وجوہ اور ہیں مثلاً "متحدہ دینی محاذ" میں خاکسار پارٹی کی شمولیت اور اسلامی سوشلزم کی واضح مخالفت نہ کرنا وغیرہ۔

خادم اہل سنت
الاحقر قاضی مظہر حسین غفرلہ

مودودی منشور اور معاشی اصلاحات

مودودی منشور میں "معاشی اصلاحات" کے عنوان کے تحت زراعت کا مسئلہ حل کرتے ہوئے یہ لکھا ہے:

"ایک طویل مدت تک زرعی املاک کے معاملہ میں نہایت غلط نظام رائج رہنے کی وجہ سے جو ناہمواریاں پیدا ہو چکی ہیں ان کو ختم کرنے کے لئے شریعت کے اس قاعدے پر عمل کیا جائے گا کہ "غیر معمولی حالات میں ایسی غیر معمولی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔ جو اسلام کے اصولوں سے متصادم نہ ہوتی ہوں۔" اس قاعدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے ....

(ب) قدیم املاک کے معاملہ میں زمین کی ملکیت کو ایک خاص حد تک محدود کر دیا جائے گا۔ مغربی پاکستان کے زرخیز علاقوں میں یہ حد زمین کی پیداواری صلاحیت کے لحاظ سے اسو (۱۰۰) اور دو سو (۲۰۰) ایکڑ کے درمیان ہوگی

یہ تحدید صرف عارضی طور پر پچھلی ناہمواریاں دور کرنے کے لئے کی جائے گی۔ اسے مستقل حیثیت نہیں دی جائے گی۔ کیونکہ مستقل تحدید صرف اسلامی قانون وراثت ہی سے نہیں بلکہ متعدد دوسرے شرعی قوانین سے بھی متصادم ہوتی ہے۔" (مودودی منشور صفحہ ۲۳)

خطرناک تصادمی نظریہ

ان چند سطروں میں مودودی صاحب اور ان کی شوریٰ نے جس طرح اسلامی شریعت کا مذاق اڑایا ہے۔ اس سے ان کی خود ساختہ جماعت اسلامی کی اصلیت نمایاں ہو جاتی ہے۔

چنانچہ انہوں نے پہلے تو نہایت واضح الفاظ میں شریعت کا یہ قاعدہ لکھا کہ:

"غیر معمولی حالات میں ایسی غیر معمولی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں جو اسلام کے اصولوں سے متصادم (یعنی مخالف) نہ ہوتی ہوں۔"

اور اس کے بعد اسی شرعی قاعدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ اصلاحی تدبیر لکھی ہے کہ:

"قدیم املاک کے معاملے میں زمین کی ملکیت کو ایک خاص حد تک محدود کر دیا جائے گا۔"

اور بعد ازاں خود ہی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ملکیت زمین کی یہ تحدید (حدبندی) اسلامی قانون وراثت اور دوسرے شرعی قوانین سے متصادم (یعنی مخالف) بھی ہے۔ یہ ہے مودودی جماعت کا خطرناک تصادمی نظریہ کہ جس قانون کو وہ شریعت کے مخالف و متصادم سمجھتے اور مانتے ہیں، اسی کو وہ اسلام کے نام پہ پاکستان میں نافذ بھی کرنا چاہتے ہیں۔ گویا کہ مودودی صاحب کے نزدیک اسلامی حکومت کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنے اختیار سے عارضی طور پر اسلامی شریعت کے خلاف قانون جاری کرے۔

لیکن اس پر لیبل اسلامی قانون ہی کا چسپاں کیا جائے گا۔ یہ ہے مودودی صاحب کی جماعت اسلامی جو اسلامی قطعی احکام کی خلاف ورزی کر کے بھی اسلامی ہی رہتی ہے ؎

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کیا اس سے زیادہ بھی اسلام کے نام پر اسلام دشمنی کی کوئی مثال ہو سکتی ہے کہ جان بوجھ کر قطعی نصوص قرآنی کے خلاف قانون بنانے کو بھی شاندار اسلامی خدمات میں شمار کیا جائے۔ کاش کہ منشور لکھتے وقت مودودی صاحب اور ان کے صالحین کو یہ آیت یاد رہتی :

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(سورۂ مائدہ) اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ یقیناً ظالم ہیں) اور اسی رکوع میں ایسے لوگوں کو فاسق اور کافر بھی کہا گیا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ممکن ہے مودودی صاحبان یہ جواب دیں۔ کہ قرآن مجید میں مردار اور خنزیر کے گوشت کو قطعی حرام دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود اضطراری حالت میں اس کا کھانا جائز بھی ہے۔

الجواب : (ا) قرآن مجید میں مردار اور خنزیر کے گوشت کو صرف اس شخص کے لئے جائز قرار دیا گیا ہے جو بھوک سے اتنا لاچار

ہو جائے کہ اگر اس وقت کچھ نہ کھائے تو اس کی جان نکل جائے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ملک میں اگر معاشی ناہمواریاں ہوں تو ملک میں مردار اور خنزیر کا گوشت جائز ہونے کے لئے عام قانون جاری کیا جائے۔

(ب) مودودی صاحبان جواب میں جمعیت علمائے اسلام کے "اسلامی منشور" کی ایک عبارت بھی پیش کیا کرتے ہیں کہ اس میں بھی زمین کی ملکیت پر حد بندی کو جائز لکھا ہے لیکن یہ بھی ان صالحین کی مغالطہ انگیزی ہے۔ کیونکہ جمعیت کے اسلامی منشور میں زمین کی ملکیت کی حد بندی کے عام قانون کو کسی جگہ بھی جائز نہیں لکھا گیا۔ اس میں تو بالفرض کے طور پر یہ لکھا ہے کہ اگر اسلامی حکومت میں کسی خاص شخص کی زمینداری سے عام رعایا کو نقصان پہنچتا ہو تو مجبوری کی حالت میں حکومت اس کی زمین میں تصرف کر سکتی ہے اور سنت سے اس کی دلیل بھی پیش کی ہے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نہایت مجبوری کی حالت میں کوئی انسان اپنی جان بچانے کے لئے کوئی حرام چیز کھالے لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ حرام کھانے کے لئے عام قانون بھی بنا دیا جائے۔

اسلامی مملکت کے ۲۲ نکات اور مودودی منشور

مودودی منشور صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ :۔ "اس منشور کی ترتیب میں ان ۲۲ نکات کو سمو دیا گیا ہے جو ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ (جنوری ۱۹۵۱ء) میں تمام مکاتب فکر کے معتمد علیہ ۳۱ علماء نے تجویز کئے تھے"۔

لیکن یہ غلط لکھا ہے کیونکہ مختلف جماعتوں کے ۳۱ علماء و زعماء نے بالاتفاق ان ۲۲ نکات میں یہ بھی لکھا تھا کہ (۱۲) رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین۔ صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا ان کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو" اور اس پر ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے بھی دستخط ہیں لیکن موجودہ مودودی منشور میں کسی جگہ بھی یہ نہیں لکھا کہ صدر مملکت مسلمان مرد ہونا چاہیئے۔ اور اب وہ ایسا لکھ بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ مودودی صاحب نے ہی سب سے پہلے صدر مملکت کے لئے مرد ہونے کی شرط کو توڑا اور دور ایوبی کے صدارتی انتخاب میں مس فاطمہ جناح کے حق میں ملک گیر مہم چلائی۔ اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی کھلی مخالفت کی کہ لَن یُفلِحَ قَومٌ وَلَّوا اَمرَھُم امرَأۃً (بخاری شریف) یعنی وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوگی جو عورت کو اپنی سربراہ بنالے"

بھٹو کے اسلامی سوشلزم کا عظیم فتنہ

ہمیں یہاں سوشلزم یا اسلامی سوشلزم کی اصطلاحات پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ "اسلامی سوشلزم" کے نام سے پیپلز پارٹی المعروف بہ بھٹو پارٹی اپنے رسائل و مضامین میں جو اصلاحی تدابیر اور معاشی انقلابی نظریات پیش کر رہی ہے وہ اسلام اور قرآن کے بالکل خلاف ہیں۔ چنانچہ

(۱) بھٹو پارٹی کے مرکزی ہفت روزہ نصرت لاہور ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۶۹ء

ص۱۶ میں ملکیت زمین کی بحث میں بعض قرآنی آیات کا ترجمہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

" زمین اور کائنات کا مالک اور خالق خدا ہے (۴۵/۲۲) اور مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ زمین پر کسی بھی فرد کو لامحدود ملکیت اور جائداد قائم کرنے کا حق نہیں ہے جب زمین کی ملکیت خدا کی ہے تو اس پر شخصی ملکیت قرآن اور اسلام سے انحراف ہوگی"

(۲) اسی مضمون کے ص۱۷ پر یہ لکھا ہے کہ :

"مندرجہ بالا آیات سے غیر مبہم طور پر واضح ہے کہ قرآن کی رو سے استحصال سراسر ناجائز ہے کوئی بھی مسلمان اپنی ضرورت سے زائد ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہیں رکھ سکتا"

الجواب : (۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں معاشی نظام پر ظالم سرمایہ داروں کا قبضہ ہے اور مزدور کسان وغیرہ عوامی طبقے بہت زیادہ پسماندہ اور مظلوم ہیں۔ لیکن اس صورت حال کی اصلاح کی صحیح تدبیر صرف یہی ہے کہ نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس کامل اور جامع شریعت کا قانون نافذ کیا جائے جو دور رسالت کے بعد خلفائے راشدین حضرت صدیق اکبر۔ حضرت فاروق اعظم۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور خلافت راشدہ میں نافذ رہا ہے۔ انسانوں کے لئے وہی قانون رحمت ثابت ہو سکتا ہے جو ان کے خالق و مالک۔ پروردگار عالم نے انہی کی

فلاح و کامرانی کے لئے تجویز کیا ہے۔ لیکن اسلامی قانون کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اشتراکی کافرانہ نظریات کو اسلام کے نام پر پاکستان میں رائج کیا جائے۔

(ب) نصرت کے زیر بحث مضمون میں انفرادی اور شخصی ملکیت کو جو اسلام اور قرآن کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ خود اسلام اور قرآن سے انحراف ہے۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ کوئی شخص جائز اور حلال طریقہ سے بھی زمین کا مالک نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی مسلمان ضرورت سے زائد ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہیں رکھ سکتا تو پھر قرآن ہی میں جو سورۃ النساء میں میت کے وارثوں کے حصے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور جا بجا زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ ان احکام کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہتی بلکہ اگر کوئی شخص ضرورت سے زائد اپنے پاس ایک پیسہ تک نہیں رکھ سکتا۔ تو حج کی فرضیت بھی سرے سے ختم ہو جاتی ہے۔

(ج) خود ساختہ اسلامی سوشلزم کے علمبردار یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا پیش کردہ نظریہ قرآنی احکامات کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے اپنے اس باطل نظریہ کی یہ تاویل کی ہے کہ :۔

"بعض معترضین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اگر قرآن میں انفرادی ملکیت کا کوئی تصور نہیں تو پھر قانون وراثت۔ خیرات و صدقات وغیرہ کے احکامات کیا معنی رکھتے ہیں"۔ ــــــ یہ احکامات عبوری دور کے لئے ہیں۔ جب معاشرہ اپنی منزل کی طرف قدم بڑھا رہا ہوتا ہے۔ جب کسی معاشرے میں قرآنی نظام کو رائج کرنا ہوتا ہے تو اس کا انداز تدریجی تبدیلی ہوتا ہے۔ جب یہ نظام اپنی مکمل شکل میں نافذ ہو جاتا ہے۔

تو پھر عبوری احکامات کی غرض و غایت بھی چونکہ پوری ہونے لگتی ہے اس لئے ان پر عمل کی احتیاج باقی نہیں رہتی۔ ان احکامات کی صورت بالکل ویسی ہے جیسی تیمم کی۔ جب پانی میسر آجاتا ہے تو تیمم کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح جب قرآن کا معاشی نظام اپنی پوری تابانی سے قائم ہو جاتا ہے۔ تو پھر ان عبوری احکامات پر عمل کی ضرورت باقی نہیں رہتی"۔

(نصرت لاہور ۹؍اگست ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۹)

یہ تاویل نہیں بلکہ قرآن کی معنوی تحریف ہے۔ نعوذ باللہ! اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ وراثت اور زکوٰۃ وغیرہ کے احکامات صرف عبوری دور کے لئے ہیں۔ اور جب قرآن کا معاشی نظام قائم ہو جائے تو ان کی ضرورت نہیں رہتی۔ تو پھر اس کا یہ نتیجہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ نعوذ باللہ خود خاتم النبیین رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی قرآنی معاشی نظام جاری نہیں کر سکے۔ اور نہ دور خلافت راشدہ میں یہ قائم ہوا۔ بلکہ آج تک اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی اسلامی حکومت میں یہ نظام حق جاری نہیں ہو سکا۔ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک امت محمدیہ وضو کی بجائے تیمم ہی کر رہی ہے۔ تو پھر قرآن کس لئے آیا تھا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا کیا فائدہ پہنچا۔ اس قرآنی معاشی نظام کو کون نظام حق تسلیم کرے گا۔ جو العیاذ باللہ چودہ سو سال تک قائم ہی نہیں ہو سکا۔ اور آج بھٹو پارٹی کی کوششوں سے قائم ہو جائے گا۔ نہیں

نہیں۔ بلکہ دورِ رسالت اور دورِ خلافتِ راشدہ میں قرآنی معاشی نظام پوری پوری تابانی سے قائم رہ چکا ہے۔ اور جو لوگ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے وہ اسلام اور قرآن کے دشمن ہیں ؎

خدا نے انسان کو بھی مالک بنایا ہے

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے لیکن اس نے امتحاناً و انتظاماً انسان کو بھی مالک بنایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

(۱) إِنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۝ (پ۲۳ سورہ یٰسٓ ع ۴) :

"بے شک ہم نے اپنے دستِ قدرت سے ان (انسانوں) کے لئے جانوروں کو پیدا کیا ہے۔ پس وہ ان کے مالک ہیں۔"

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جانوروں کا مالک قرار دیا ہے ؎

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (پ۱۸ سورۃ النور ع ۸)۔

اے ایمان والو! چاہیئے کہ اجازت لیں تم سے وہ لوگ کہ تمہارے داہنے ہاتھ ان کے مالک ہوئے ہیں) ان سے مراد شرعی غلام ہیں جن کو اپنے مالکوں کے گھروں میں داخل ہونے کے لئے اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو دوسرے انسان کا بھی مالک قرار دیا۔ اور یہ ملکیت بھی انسانی ہے ؎

(۳) اگر انسان زمین اور مال و دولت کا مالک نہ ہوتا تو چور اور ڈاکو وغیرہ کے لئے اتنی سنگین سزائیں کیوں مقرر کی جاتیں۔ مثلاً ہاتھ کاٹنا وغیرہ ؎

بھنگڑا اور ناچ

بھٹو پارٹی کے جلوسوں میں عموماً بھنگڑا اور ناچ وغیرہ کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جب اس پر اعتراض ہوا کہ یہ تو غیر اسلامی مظاہرے ہیں تو پارٹی کے اہلِ قلم نے اس کو اسلامی ثابت کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ نصرت لاہور شمارہ نمبر ۱۰۳ مورخہ ۲۰ ستمبر تا ۲۷ ستمبر ۱۹۶۹ء میں رحمت اللہ طارق کا ایک مضمون بعنوان "پیپلز پارٹی اور طربیہ رقص" شائع ہوا ہے جس میں حضرت جعفر طیار شہید رضؓ کا رقص (ناچ) بھی ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

"حضرت جعفرؓ اُٹھے اور ایک ٹانگ کو اُٹھا کر دوسری ٹانگ کے سہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد چکر کاٹتے ہوئے رقص کرنا شروع کر دیا۔" (ص ۱۹)

گویا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی یہ پیپلز پارٹی صاحب ذوالفقار شیرِ خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار شہید رضی اللہ عنہ کی اتباع میں بھنگڑے اور ناچ کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ العیاذ باللہ!

(۲) اسی مضمون کے ص ۱۸ پر ایک عنوان یہ دیا ہے: "نبی اکرمؐ کا بینڈ سے استقبال" تو گویا کہ اس دہریت و الحاد کے دور میں بینڈ

باجوں اور رقص وسرود کی جو فرنگی کافرانہ تہذیب رائج ہے یہ بھٹو پارٹی کے نزدیک سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں شامل ہے ۔ کیا یہ سنت وشریعت کی کھلی توہین نہیں ہے کہ جن فواحش و منکرات کو نبی کریم رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم مٹانے کے لئے تشریف لائے تھے ان کو سنت ثابت کیا جائے ۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اس مضمون میں جو بعض روایات پیش کی گئی ہیں وہ اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں جب کہ ان چیزوں (گانے بجانے) کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا ۔ اور اس روایت میں بھی دف کا ذکر ہے جس کا مطلب مروجہ بینڈ لینا خلافِ دیانت ہے اور دف بجانے والی بھی چھوٹی چھوٹی بچیاں تھیں ۔

حقیقت بے نقاب ہو گئی

بھٹو پارٹی کے معاشی نظریہ اور ناچ بھنگڑے پر اب بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہی کیونکہ موجودہ ملکی انتخابات میں انھوں نے منکرین ختمِ نبوت (مرزائی پارٹی) سے انتخابی معاہدہ کر لیا ہے ۔ اور متعدد سیٹوں پر ان کو پارٹی کی طرف سے ٹکٹ دیئے گئے ہیں ۔ یہ ہے ان کے "اسلامی سوشلزم" کا قبیح انجام ۔ کاش کہ یہ لوگ اتنی جسارت نہ کرتے ۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس قسم کے خطرناک فتنوں سے محفوظ رکھیں ۔ آمین ۔

اور نصرت نمبر ۱۰۹ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۷۰ء میں تو انہوں نے شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی ناچ کرنے والوں میں شمار کر دیا ہے ۔ چنانچہ ایک روایت کے تحت لکھا ہے کہ :

"پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری طرف توجہ فرمائی اور ارشاد ہوا کہ "اے علیؓ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں ۔ چنانچہ آپ کے اس تمغہ رسالت پر میں بھی رقص کے آداب بجا لایا ۔" (مسند احمد)

جو روایات اس مضمون میں درج کی گئی ہیں ان کے جواب کا یہاں موقعہ نہیں ہے ۔ باعث عبرت صرف یہ ہے کہ بھٹو پارٹی حضرت جعفر اور حضرت علی المرتضیٰ جیسی جلیل القدر مقدس شخصیتوں کی کیا تصویر پیش کر رہی ہے کاش کہ یہ ناچو پارٹی شیر خدا حضرت مرتضیٰؓ اور جعفر طیارؓ وغیرہ اصحاب و اہل بیت کی نماز و روزہ جیسی عبادتوں کا بھی نمونہ پیش کرتی اور شیر خدا نے اس وقت کے جھوٹے مدعیان نبوت اور ان کے ماننے والوں کے ساتھ جو معاملہ کیا ہے اس سے بھی عبرت پکڑتی ۔

مودودی سوشلزم

گو مودودی صاحب اور ان کی جماعت بظاہر سوشلزم اور اسلامی سوشلزم کے خلاف ایک مہم چلا رہی ہے لیکن اس قسم کے غیر اسلامی نظریات کی راہ ہموار کرنے والی خود مودودی صاحب کی تحریرات بھی ہیں ۔ مثلاً :۔

(۱) "مودودی منشور" میں زمین کی ملکیت کی تحدید سو یا دو سو ایکڑ وغیرہ تک کا جو قانون تجویز کیا گیا ہے اور قرآنی احکامات کے خلاف تسلیم کرتے ہوئے بھی اس کو معاشی ناہمواریاں دور کرنے کے لئے جائز قرار دیا ہے ۔ اسی بنا پر سوشلسٹ پارٹیاں بھی انفرادی ملکیت کی نفی کو بھی جائز قرار دے

سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنا مقصد سابقہ معاشی ناہمواریاں دُور کرنا ہی ظاہر کرتے ہیں۔ خواہ اس میں عارضی طور پر قرآن کی مخالفت ہی کرنی پڑے۔

(۲) مودودی صاحب نے اپنی کتاب "اسلام کا نظریۂ سیاسی" صـ۴۳ پر لکھا ہے کہ :۔

ایک طرف اسلام نے بہ کمال درجہ کی جمہوریت قائم کی ہے دوسری طرف اس نے ایسی انفرادیت (INDIVIDUALISM) کا سدّ باب کر دیا ہے جو اجتماعیت (SOCIALISM) (سوشلزم) کی نفی کرتی ہو۔"

یہاں مودودی صاحب نے صاف طور پر "سوشلزم" کا لفظ استعمال کر کے یہ بیان کر دیا ہے کہ اسلام میں ایسی انفرادیت نہیں ہے جو سوشلزم کے خلاف ہو گویا کہ اسلام میں سوشلزم کی تائید پائی جاتی ہے اس وضاحت کے بعد کیا مودودی صاحبان سوشلزم یا اسلامی سوشلزم کا نعرہ لگانے والوں پر اعتراض کا حق رکھتے ہیں۔

مودودی اشتراکیت

اسلامی اسٹیٹ کی تشریح کرتے ہوئے اسی کتاب میں مودودی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ :

"یہ ہمہ گیر اسٹیٹ ہے اس کا دائرۂ عمل پوری انسانی زندگی پر محیط ہے۔ یہ تمدن کے ہر شعبہ کو اپنے مخصوص اخلاقی نظریہ اور اصلاحی پروگرام کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے اس کے مقابلہ میں کوئی شخص اپنے کسی معاملہ کو پرائیوٹ اور شخصی نہیں کہہ سکتا۔ اس لحاظ سے یہ اسٹیٹ فاشستی اور اشتراکی حکومتوں سے یک گونہ مماثلت رکھتا ہے۔" (صـ۴۵)

٭ لیجیئے مودودی صاحب نے یہاں اسلامی ریاست (اسٹیٹ) کو اشتراکی حکومتوں سے یک گونہ مماثلت رکھنے والی قرار دے کر اشتراکیت کے لئے بھی راہ ہموار کر دی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ نے اس فتنہ کی نشاندہی کرتے ہوئے کتنا صحیح انکشاف فرمایا ہے۔ کہ :

اسلام کے نام پر بہت سی جماعتیں وجود میں آئیں۔ لیکن یہ جماعت جو جماعت اسلامی کے نام سے ہے ان جماعتوں سے بہت زیادہ خطرناک ہے فرمایا جو حدیث میں امت کے ۷۲ فرقوں کی خبر آئی ہے اور صرف ایک فرقہ کو ناجی اور دوسرے تمام فرقوں کو غیر ناجی فرمایا گیا ہے میں دلائل و براہین کی روشنی میں پورے شرح صدر سے کہتا ہوں کہ یہ جماعت اسلامی بھی ان ہی غیر ناجی فرقوں میں سے ہے۔"

(شیخ الاسلام نمبر الجمعیت دہلی صـ۱۵۹)

مکتوبِ مدنی اور مودودی پروپیگنڈا

عصمت انبیاء کے سلسلہ میں، مودودی صاحب کی یہ عبارت پہلے پیش کی جا چکی ہے۔ کہ :۔

"نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا۔"

(رسائل و مسائل حصہ اول صـ۳۱
طبع دوم جون ۱۹۵۴ء)

سالہا سال کی خاموشی کے بعد اب مودودی جماعت کو یہ جواب سوجھا ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اس بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ چنانچہ ہفت روزہ آئین لاہور نے ۷ ستمبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۲۲ پر بعنوان "پیغمبر بڑے سے بڑا گناہ کر سکتا ہے" لکھا ہے کہ :

معصوموں سے اگرچہ قصداً گناہ نہیں ہو سکتا۔ مگر غلط فہمی سے بسا اوقات ان سے بڑے سے بڑا گناہ ہو جاتا ہے۔" (مولانا حسین احمد مدنی مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول مکتوب نمبر ۸۸) لیکن یہاں عبارت مکمل نہیں لکھی۔ اگر پوری عبارت لکھتے تو اعتراض کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ چنانچہ حضرت مدنی رح کی پوری عبارت یہ ہے کہ :

"معصوموں سے اگرچہ قصداً گناہ نہیں ہو سکتا۔ مگر غلط فہمی سے بسا اوقات ان سے بڑے سے بڑا گناہ ہو جاتا ہے مگر یہ گناہ صورتاً ہی گناہ ہے حقیقت میں اس کو گناہ نہیں کہا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کو پکڑ کر کھینچنا ایک پیغمبر کی اور وہ بھی بڑا بھائی سخت اہانت ہے۔ جو کہ دوسری جگہ میں کفر بلکہ شدید کفر ہے۔ مگر یہاں گناہ بھی نہیں شمار کیا گیا۔" (مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول مکتوب نمبر ۸۸ صفحہ ۲۵۹) فرمایئے۔ جب حضرت مدنی رح نے اس عبارت میں یہ صاف لکھ دیا ہے کہ :۔

حقیقت میں اس کو گناہ نہیں کہا جائے گا ...... مگر یہاں گناہ بھی نہیں شمار کیا گیا۔" تو اب کیا اعتراض باقی رہ جاتا ہے کیا مودودی صاحبان نے عبارت نقل کرنے میں بددیانتی نہیں کی؟ ان کی مثال تو اس شخص کی سی

ہے جس نے نماز نہ پڑھنے کی دلیل میں قرآن مجید کی صرف اتنی آیت پیش کی تھی کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (نماز کے قریب نہ جاؤ) اور بعد کے یہ الفاظ چھوڑ دیئے تھے وَاَنْتُمْ سُکَارٰی (جبکہ تم نشہ کی حالت میں ہو)

(ب) حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے صورتاً اور حقیقتاً گناہ کا فرق واضح کر کے در اصل عصمت انبیاء کا مسئلہ بالکل صاف کر دیا ہے تاکہ کوئی بدبخت انبیائے کرام علیہم السلام کے کسی عمل کی ظاہری شکل دیکھ کر ان کو گناہگار نہ سمجھ لے ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

(ج) اگر مودودی صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی یہ لکھ دیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حقیقتاً کوئی گناہ نہیں ہوا تھا۔

عظمتِ مدنی رح بروایت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، دام مجدہم (کراچی) حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رح نے دار العلوم دیوبند کے ایک اجلاس میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں یہ فرمایا تھا کہ :۔ بھائیو اس سے زیادہ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ میرے علم میں بسیطہ ارض پر شریعت و طریقت و حقیقت کا حضرت مولانا مدنی سے بڑا کوئی عالم موجود نہیں۔" (شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۲۸) و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خادم اہلسنت الاحقر مظہر حسین غفرلہ
مدنی جامع مسجد چکوال

۳ - رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ
مطابق ۴ نومبر ۱۹۷۰ء

علمی محاسبہ

قیمت بارہ روپے

مفتی محمد یوسف صاحب سابق مدرس اکوڑہ خٹک (حال راولپنڈی)، نے ایک کتاب "مولانا مودودی پر اعتراضات کا علمی جائزہ" شائع کی ہے۔ جس میں انہوں نے میری کتاب "مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر" کے اعتراضات کا بھی جواب دیا ہے۔ جواب الجواب میں بندہ کا ایک مضمون "مفتی محمد یوسف صاحب کے علمی جائزہ کی حقیقت" ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور میں متعدد قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مضمون کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ تھا اور عرصہ ہوا اس کی کتابت بھی ہو چکی ہے۔ لیکن اس دوران میں چونکہ اس کا جواب مفتی محمد یوسف صاحب نے ہفت روزہ آئین لاہور میں قسط وار بعنوان "یہ اتمام حجت کا آغاز ہے" شروع کر دیا تھا اس لئے ہم نے اپنی کتاب کی طباعت ملتوی کر دی تاکہ مفتی صاحب کا مضمون مکمل شائع ہو جانے کے بعد اس کا جواب بھی اس کتاب میں آجائے لیکن مفتی صاحب کا مضمون آئین میں مکمل شائع نہ ہوا اور بقیہ قسطیں انہوں نے کسی مصلحت کے تحت روک لیں اسلئے بندہ کی کتاب بھی اسی انتظار میں شائع نہ ہو سکی اب کتاب "علمی محاسبہ" کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اور اسمیں "ابطال المحبت" کے نام سے مفتی صاحب کی ان قسطوں کا بھی مختصراً جواب دیا گیا ہے جو آئین میں شائع ہو چکی ہیں وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

خادم اہلسنت — الاحقر مظہر حسین غفرلہ مدنی جامع مسجد چکوال